ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

بیادگار
مولانا مفتی محمود

چودھویں صدی کا ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ٹیلیویژن بیوروکریسی اور جمہور

۲۹ مئی تا ۴ جون ۱۹۸۱ء | شمارہ ۲۲ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

عنوانِ جلی

مری فطرت محبّت ہے مرا ایمان محبّت ہے — جسے پڑھتی ہے چشمِ شوق وہ قرآن محبّت ہے
محبّت کا حقیقی رنگ کب دیکھا ہے دُنیا نے — محبّت کو غلط الفاظ میں سمجھا ہے دُنیا نے
محبّت موجِ دریا میں، محبّت چاند تاروں میں — محبّت مستقل سوزِ محبّت ہے شراروں میں
محبّت دیدۂ مجنوں میں لیلیٰ بن کے پوشیدہ — محبّت کوہکن کے دل میں شیریں بن کے خوابیدہ
محبّت اصل میں سرمایۂ احساسِ ایمانی — محبّت صاحبِ معراج کی معراجِ روحانی
تبسّم جب مشیّت کے لبوں پر کھیلتا آیا — محبّت کا پجاری ہر مصیبت جھیلتا آیا
لبِ اقراء سے نکلیں نغمۂ توحید کی تانیں — ہویدا "قل ھو اللہ احد" سے ہو گئیں شانیں
خدا نے جب یہ چاہا مظہرِ کامل کروں پیدا — کوئی بزمِ جہاں کا صاحبِ محفل کروں پیدا
امانت کا محبّت کی کوئی ہوتا امیں آخر — ہوئے مکّہ میں پیدا رحمۃ للعالمیں آخر
خدا کی ذات کو جب ساجد اصنام پہچانے — تو "اتممت علیکم نعمتی" کا راز سمجھانے
کتابِ آخری کے چار عنوانِ جلی آئے — ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ آئے

لیا جب امتحانِ عشق حسنِ جاودانی نے
جبینِ عشق کو چوما عروسِ کامرانی نے

علامہ انور صابری

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

جلد ۲۴ شمارہ ۲۲

جمعۃ المبارک ۲۴ رجب تا ۳۰ رجب

سرپرست
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ

نگران اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر
ابوعمار زاہد الراشدی

مدیر معاون
زاہد بلند شہری

چیف رپورٹر
راؤ منوّر احمد خاں

بدل اشتراک

سالانہ	۶۵ روپے
ششماہی	۳۳ روپے
سہ ماہی	۱۰ روپے

رابطہ کے لیے
ہفت روزہ "ترجمان اسلام" رنگ محل لاہور
یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان

ایک اور عرب اسرائیل جنگ کا خطرہ

لبنان میں نصب شامی میزائیلوں کے بارے میں اسرائیلی حکومت کے بے لچک رویّہ نے نہ صرف ایک اور عرب اسرائیل جنگ کا فوری خطرہ پیدا کر دیا ہے بلکہ اس جھگڑے میں امریکہ اور روس کے براہِ راست ملوّث ہونے کی وجہ سے کشیدگی کا دائرہ عالمی سطح پر پھیل جانے کے بھی امکانات نظر آ رہے ہیں۔ لبنان میں طویل عرصہ سے خانہ جنگی اور اس کے تقسیم ہونے کے امکانات دراصل استعماری قوتوں کی اس پرانی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں جس کا مقصد ایک اور اسرائیل کو جنم دینے اور استعماری نقطۂ نظر سے علاقہ میں توازن قائم کرنے کے سوا کچھ نہیں؛ لیکن عرب ممالک بالخصوص شام اس منصوبہ بندی کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور اسرائیل اپنے استعماری آقاؤں کی شہ پر شام کو اس "جرم" کی سزا دینے پر مصر ہے۔

کچھ عرصہ قبل امریکہ نے مصر کے صدر جناب انور السادات کے ذریعہ عرب اسرائیل کشیدگی کو کم کرانے کی کوشش شروع کی تھی تو کچھ حلقوں میں یہ خوش فہمی پائی جاتی تھی کہ شاید امریکہ مشرق وسطیٰ میں اپنی حکمتِ عملی کا رُخ حقیقت پسندی کی طرف موڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے، لیکن فلسطینی ریاست کے قیام کے سلسلہ میں مذاکرات کے مسلسل تعطّل اور لبنان میں امریکہ کی متبادل حکمتِ عملی نے خوش فہمی کے اس غبارے سے ہوا نکال دی ہے اور امریکہ ایک بار پھر مشرق وسطیٰ میں یہودیوں اور ان کی وساطت سے اپنے خود ساختہ مفادات کا ہر قیمت پر تحفظ کرنے پر تلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس صورتحال میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شام کا مؤقف درست ہونے کے ساتھ ساتھ لبنان میں استعماری حکمت عملی کو ناکام بنانے کے لئے عرب اور اسلامی نقطۂ نظر سے ناگزیر بھی ہے۔

یہ امر اطمینان کا باعث ہے کہ اس مسئلہ میں سعودی عرب، لیبیا، عراق اور دیگر ممالک نے آپس کے اختلافات کے باوجود شام کو مکمل حمایت و تعاون

کا یقین دلایا ہے۔ عربوں اور عالم اسلام کی اصل طاقت ان کا باہمی اتحاد ہے اور دشمن کے مقابلے میں اتحاد کے ساتھ ہی عرب ممالک اور ملتِ اسلامیہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ عالمی اسلامی برادری اور تمام مسلم حکومتیں اپنے اختلافات اور عالمی وابستگیوں سے بالاتر ہوکر ملّی وحدت کے جذبہ سے شام کی حمایت کریں گی کیونکہ عالم اسلام کی پشت پناہی ہی وہ سب سے بڑا ہتھیار ہے جو لبنان میں استعماری منصوبہ بندی کے خلاف شام کو کامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے۔

مولانا محمد صدیق شہیدؒ کا المناک قتل

ٹیکسلا ضلع راولپنڈی کے ایک بزرگ عالم دین مولانا محمد صدیق کو گذشتہ دنوں جب وہ تعلیم القرآن ہائی سکول میں بچّوں کو پڑھانے کے بعد گھر جا رہے تھے راستہ میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم کے قتل کا پس منظر مختصراً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ قبل بلدیاتی انتخابات کے بعد ------ ------ ایک صاحب بلدیہ کی سربراہی کے منصب پر فائز ہوئے اور شہر میں مختلف گلیوں وغیرہ کے نام اپنی مخصوص ------ سوچ کے مطابق تبدیل کرنا شروع کر دیئے جس میں ایک جان ضائع ہوئی اور متعدد حضرات زخمی ہوگئے۔ ------ اس کے نتیجہ میں ہونے والے جانی نقصان کا کیس عدالت کی میز پر ہے اور مولانا محمد صدیق شہیدؒ کے فرزند مولانا حبیب الرحمٰن اسی کیس کے سلسلے میں زیرِ حراست ہیں لیکن اسی دوران مولانا محمد صدیق مرحوم کی شہادت کا المناک سانحہ بھی پیش آگیا۔

ہم تفصیلات میں جائے بغیر اس واقعہ کی پُرزور مذمّت کرتے ہوئے صوبائی حکومت کو اس امر کی طرف توجّہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ---- اشتعال کی اس کیفیت کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہوگا اور اس سلسلہ میں "سب اچھا" کی رپورٹوں پر صاد کیے جانے کی بجائے واقعات اور ان کے محرکات کا پوری سنجیدگی کے ساتھ کھوج لگانا ضروری ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ ہائی کورٹ کے کسی جج کے ذریعہ اس واقعہ کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے اور کشیدگی و اشتعال کے اسباب و محرکات کی نشاندہی کر کے ان کا سدباب کیا جائے۔

دینی مدارس کی سند کا مسئلہ

ایک اخباری اطلاع کے مطابق حکومت نے سرکاری طور پر منظور شدہ دینی مدارس کی اسناد کو ایم۔ اے اسلامیات کے برابر تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا جو صرف تدریسی شعبہ میں کارآمد ہوں گی۔

دینی مدارس کی سند کے درجہ و مقام کے تعین کا مسئلہ کافی عرصہ سے زیرِ بحث ہے۔ مختلف تعلیمی کمیٹیوں کے علاوہ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث ہوچکی ہے جس کے نتیجہ میں قومی اسمبلی نے وفاق المدارس العربیّہ کی سند کو ایم۔ اے کے برابر تسلیم کرنے کی سفارش کی تھی۔

ابھی حال ہی میں دینی مدارس کے نظام و نصاب اور دیگر متعلقہ امور کے سلسلہ قومی کمیٹی کی سفارشات اور ان پر وفاق المدارس العربیّہ کا مؤقف سامنے آچکا ہے۔ ہم اس موقع پر باقی امور سے گریز کرتے ہوئے صرف سند کے درجہ و مقام کے تعیّن کے سلسلہ میں مذکورہ بالا خبر کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ اگر حکومت نے پیشگی شرائط و تحفظات کے بغیر دینی مدارس کی سند کو تدریسی مقاصد کے لئے ایم۔ اے اسلامیات کے برابر تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو یہ اصولی طور پر ایک خوش آئند بات ہے، لیکن اس مقصد کے لئے سرکاری طور پر منظور شدہ مدارس کی قید اور فہرست پر نظرِ ثانی ضروری ہے کیونکہ اس وقت منظور شدہ مدارس کی جو فہرست سرکار کے ریکارڈ میں ہے اس کی بنیاد تعلیمی معیار نہیں بلکہ دیگر مصلحتیں ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس فہرست پر نظرِ ثانی کر کے مدارس کی فہرست از سرِ نو اہلیت اور تعلیمی معیار کی بنیاد پر مرتب کی جائے اور اس سلسلہ میں دینی مدارس

باقی ص۳۴ پر

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

صداقتِ اسلام
پر غیر مسلموں کی شہادت

قرآن کریم، مذہبِ اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت اہلِ اسلام کے نزدیک تو ایک مبرہن اور واضح امر ہے جس میں ان کو کسی قسم کا کوئی ادنیٰ سا شک و شبہ بھی نہیں ہے۔ لیکن اسلام کی سچائی قرآن کریم کی دلآویزی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص و للٰہیت اسقدر نمایاں اور اس طرح واشگاف ہے کہ غیر مسلم بھی اس کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تو اپنے مقام پر بالکل روشن ہے کہ:-

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

(پ۳۔ آل عمران۔۲)

بے شک دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔

یعنی اگرچہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذہبِ اسلام ہی لے کر آئے تھے کیونکہ اسلام کا معنی انقیاد و تسلیم ہوتا ہے اور یہ سب میں مشترک تھا، لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دُنیا میں سب ملل و اقوام کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر، بے مثل اور ناقابلِ تنسیخ احکام اور ہدایات سے روشناس کیا وہ اصولی طور پر تمام شرائع سابقہ حقہ پر مشتمل ہونے کے باوجود شئے زاید پر بھی حاوی ہے اور اپنی اسی جامعیت اور ہمہ گیر اثر کی وجہ سے اس آخری مذہب کا نام اور لقب اسلام رکھا گیا جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے جس کے دعاوی بڑے روشن اور دلائل و براہین ایسے محکم اور اٹل ہیں جن کے سامنے باطل کا کوئی دعوےٰ اور کوئی دلیل لمحہ بھر کے لئے نہیں ٹھہر سکتی۔ اب پیروانِ اسلام کے لئے قیامت تک قانونِ اسلام کے سوا کوئی دوسرا قانون سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں۔ مگر ہزار افسوس کہ مغربی تہذیب و تمدن کی نیرنگیوں نے عام لوگوں کی آنکھیں بالکل خیرہ کر دی ہیں ؎

حقیقت میں جدھر دیکھو تنزل ہی تنزل ہے
ترقی کی طرف تہذیبِ انسانی نہیں جاتی

ہم ذیل میں چند غیر مسلموں کے مختلف طبقات کے بعض اقوال ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں جن سے ہر سمجھدار آدمی بخوبی حقیقت کی تہ تک پہنچ سکتا ہے جن میں انگریز، روسی، فرانسیسی، ہندو اور سکھ وغیرہ سبھی شامل ہیں جنہوں نے قرآن مجید، مذہب اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی عبادات کے متعلق مختلف انداز سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے:

نپولین لکھتا ہے:

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم امن اور سلامتی کے ایک عظیم شہزادہ تھے۔ آپ نے اپنی عظیم شخصیت سے اپنے فدائیوں کو اپنے سالوں میں مسلمانوں نے آدھی دنیا کو فتح کر لیا۔ جھوٹے خداؤں کے پجاریوں کو مسلمانوں نے اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا۔ بت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ کفار اور مشرکین کے بتکدوں کو صرف پندرہ سال کے عرصے میں ختم کر کے رکھ دیا۔ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پیروؤں کو بھی اتنی بڑی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے اور عظیم انسان تھے۔ اس قدر عظیم انقلاب کے بعد اگر کوئی دوسرا ہوتا تو خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب میں دُنیا کے تمام ملکوں کے دانشمندوں اور علماء کو جمع کروں گا اور دنیا میں ایک ایسی عالمگیر عدالت پر مملکت قائم کروں گا جس کی بنیادیں قرآن مجید کے ابدی قوانین اور اصول پرستی پر مبنی ہوں گی۔ میرا یقین ہے کہ قرآن پاک کے قوانین ہی انسانیت کے لئے سچے اصول ہیں اور نسلِ انسانی کی فلاح صرف قرآن کے نظامِ حیات میں ہے۔"

۲- مسٹر ڈی رائٹ، انگلستان کا مشہور مضمون نگار "اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا" فروری ۱۹۲۰ء میں لکھتا ہے کہ:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اپنی ذات اور قوم کے لئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدتوں مساوات کا سلسلہ جاری رکھا اور سر توڑ کوشش کی کہ ذات پات کا تفرقہ مٹ جائے اور یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات، نسل اور قوم کے امتیاز کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ دشمنانِ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باوجود تعصب میں اندھے ہونے کے اس کے اقرار پر پابہ زنجیر ہیں کہ اس نے اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے فرائض کو پایۂ تکمیل تک بوجہ احسن بجالایا ہے۔"

۳- مسٹر اسٹینلی لین پول، یورپ کا زبردست محقق اپنی تصنیف "اسپیچز آف محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ:

"حضرت محمد صاحب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہایت با اخلاق اور رحمدل ریفارمر تھے۔ ان کی بے ریا خدا پرستی عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ آپ اس قدر انکسار پسند تھے کہ بیماروں کی عیادت کو خود جایا کرتے تھے۔ بزرگوں اور غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے تھے۔ مسکینوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ بکریوں کا دودھ خود دوہتے اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے۔ بے شک وہ مقدس پیغمبر تھے۔"

۴- مسٹر ہربرٹ وائیل، یورپ کا منصف مزاج مؤلف اپنی کتاب گریٹ ٹیچر میں لکھتا ہے کہ:

"حضرت مسیح (علیہ السلام) سے (تقریباً) چھ سو برس بعد عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہو گئی تھی۔ ۲۰ اپریل ۵۷۰ء کو حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر پیدا ہوئے جنہوں نے بت پرستی کو بالکل مٹایا اور عرب کے وحشیوں کو متمدن بنا دیا۔ عام لوگ ان کی سچائی و دیانتداری کے سبب آپ کو الامین کہہ کر پکارتے تھے۔ انہوں نے گمراہوں کو راستہ بتایا اور لوگوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کی۔"

۵- انگلستان کا مشہور عقلمند سر ولیم میور لکھتا ہے کہ:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سادہ لیکن نہ مٹنے والی تعلیم نے جو آج ہر جگہ نظر آرہی ہے، ایک عجیب و غریب اور زبردست و حیرت انگیز اثر دکھایا ہے۔"

۶- لیفٹیننٹ کرنل سائکس لکھتا ہے کہ:

"حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت، نہایت خلوص نیت، سادگی، رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر انہی صفات کے ساتھ استقلال عزم اور حق پسندی و معاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

۷- مسٹر ای۔ اے فری مین کا بیان ہے کہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے سچے راستباز اور سچے ریفارمر تھے۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے مقدس مشن میں آخر تک مستقل اور ثابت قدم نہ رہ سکتے۔"

۸- یورپ کا مشہور فلاسفر اہل قلم کار لائل لکھتا ہے کہ:

"اللہ اللہ ان کی مثال کیا؟ ان کی ذات ایک چنگاری کی طرح تھی جو سیاہ و غیر معلوم ریت پر گری اور پھر وہ ریت شعلہ افشانی کرنے لگی حتیٰ کہ دہلی سے قرطبہ تک بلکہ آسمان سے زمین تک نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔"

۹- روس کا بلند پایہ محقق کاؤنٹ طالسطائی اپنی بہترین کتاب "بریس آف اسلام" میں لکھتا ہے کہ:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالاتِ زندگی پر محققانہ و فلسفیانہ نظر ڈال کر مجھے اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ بلاشک وہ سچے پیغمبر اور کروڑوں بندگانِ خدا کے ہادی و رہبر ہیں۔ انہوں نے گمراہ لوگوں میں نورِ ایمان پیدا کیا۔ ان کے دلوں میں حق پسندی و صداقت کا جذبہ پیدا کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ خدا ایک ہے اور اس کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت و بڑائی نہیں ہے۔ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت ہی متواضع، خلیق روشن فکر اور صاحبِ بصیرت پیغمبر تھے لوگوں سے بہت ہی عمدہ معاملہ کرتے تھے۔"

۱۰- ڈاکٹر مارکس ڈاڈ مشہور محقق اپنی کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بدھ اینڈ مسیح میں لکھتا ہے:-

حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا۔ آپ کے

نزدیک دُنیوی وجاہت کوئی چیز نہ تھی۔ آپ امیر و غریب سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات سرچشمۂ خیر و برکت تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت صابر وشاکر اور انکسار پسند تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بُت پرستی مٹا کر خدا پرستی کی نیک تعلیم دی اور وہ بے شک ایک کامیاب ریفارمر تھے۔"

۱۱۔ ہندوستان کا مشہور و معروف اور ہندوؤں کا ہر دلعزیز لیڈر اور سیاستدان کا مہاتما مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی (المتوفی مقتولاً ۳۱ جنوری ۱۹۴۸ء) کا بیان ہے کہ:۔

"مغربی دُنیا اندھیرے میں غرق تھی۔ ایک روشن ستارہ افق مشرق سے چمکا اور اس نے بے قرار دُنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا۔ اسلام جھوٹا مذہب نہیں۔ ہندوؤں کو کُھلے دل سے اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے، پھر وہ بھی میری ہی طرح اس کی محبت کرنے لگیں گے۔"

(ینگ انڈیا)

نیز گاندھی جی نے ایک خاص موقع پر کہا کہ:

"اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اگر اسلام سچا نہ ہوتا تو کب کا صفحۂ ہستی سے نابود ہو گیا ہوتا۔" (بحوالہ اخبار آزاد لاہور ۲۷ نومبر ۱۹۴۶ء صـ۶)

۱۲۔ مسٹر بی۔ ایس۔ کشالیہ ڈپٹی انسپکٹر کہتا ہے کہ:۔

"بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک سچے پیغمبر تھے۔ سچے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سے میرے دل میں جس قدر بدگمانیاں تھیں میں روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معافی مانگتا ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ آج دُنیا میں ایک شخص کو بھی مجال نہیں کہ وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کیریکٹر پر ایک بھی سیاہ داغ لگا سکے۔"

۱۳۔ ایک سکھ فاضل سردار پریتم سنگھ کا بیان ہے کہ:۔

"میں ایک لمحے کے لئے بھی اس بات کو نہیں مان سکتا کہ جو شخص کہہ رہا ہو کچھ اور، ہو اور اس کے دل میں کچھ اور ہو اور پھر وہ شخص تمام قوت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کا رسول ہوں مگر وہ اپنے کام میں ثابت قدم رہے اور آخر کامیاب ہو کر دم لیا۔ کوئی یقین دلا سکتا ہے کہ تیس کروڑ بلکہ چالیس کروڑ (اور اس وقت تقریباً ایک ارب بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ راقم الحروف) مسلمان جو آج قرآن مجید کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اس سے پہلے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سچا ایمان رکھتے تھے، وہ تمام لوگ ایسے تھے جنہوں نے ایک جھوٹی بات پر اپنے ایمان کو جمایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام پر ایک (بھاری) دُنیا اپنا سر جھکاتی ہے۔ گزشتہ تیرہ سو سال سے مؤمنین ہر روز کم از کم پانچ بار محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام مُبارک اپنی زبانوں پر جاری رکھتے ہیں۔ کوئی مجھے بتائے کہ یہ طاقت کہاں سے آئی؟ کیا یہ الٰہی طاقت نہیں؟

۱۴۔ شری راج وید پنڈت گدادھر پرشاد شرما رئیس اعظم الٰہ آباد کہتے ہیں کہ:۔

"میں ایک راسخ العقیدہ ہندو ہوں لیکن میں نے ہندو، عیسائی اور اسلامی مذاہب کے بانیوں کے حالاتِ زندگی کو اپنی بہترین توجہ کا مزاج دیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے اور میں بہانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ میری رائے میں اگر کسی مذہب کو اخوتِ باہمی، اخلاق، تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت کے ساتھ عطا کی گئی ہے تو وہ تمام مذاہب کا طرّہ اسلام ہے۔ اسلام کی فیاضی اور کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے۔ وہ بلالحاظ اس بات کے کہ کوئی امیر ہے یا غریب سب کو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کُھلے ہوئے ہیں۔ ہر خیال و رنگ کے انسان اس کے زیرِ سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اچھوت پن کی لعنت دُور کرنے کی طاقت اسلام اور صرف اسلام میں ہے۔ پیغمبرِ اسلام تمام اوصافِ حسنہ کے مجسمہ تھے۔ مسلمان فطرتاً روحانیت پسند واقع ہوئے ہیں۔ انہیں مذہب و اخلاق سے خاص لگاؤ ہے۔"

(یہ جملہ اقتباسات کتاب سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنفہ مولانا عتیق احمد صاحب سے ماخوذ ہیں، بجز ۱۱ کے حوالہ کے جو اخبار آزاد سے ماخوذ ہے)۔

۱۵۔ آنریبل سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کا اپنی خاص کتاب (قرآن مجید) کا ہماری کتبِ مقدسہ کے اختلافِ عبارات سے مقابلہ کرنا ایسی چیزوں کا باہم مقابلہ کرنا ہے جن کے حالات اور اصلی امور میں کچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔ (حاشیہ لائف آف محمدؐ جلد اول صـ۱۵)

نیز لکھتے ہیں کہ:

"اُن کا حافظہ ایسا مضبوط اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایاتِ قدیم اکثر اصحاب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات ہی میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے" (لائف آف محمدؐ جلد اول صـ۵ مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء)

۱۶۔ مشہور مستشرق پروفیسر براؤن کہتا ہے کہ:۔

"تہذیبِ عالم میں مسلمانوں نے جس قدر شاندار اضافہ کیا وہ صرف اسلام کا طفیل تھا وہ اسلام جس کی سیدھی سادی مگر

احمد حسین کمال

چودھویں صدی کا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک ایسا ملّی سانحہ ہے جس کا اظہار رسمی جملوں اور بیانات سے نہیں ہو سکتا۔

اس سانحہ نے ان لوگوں کے احساسات اور توقعات کو سخت صدمہ پہنچایا ہے جو اس ملک اور خطہ میں صدیوں کی اسلامی سیاست کے نشیب و فراز پر نظر رکھتے ہیں۔

مفتی محمود صاحبؒ کو پاکستان کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات نے ایک طویل عرصہ کی کشمکش اور جدوجہد کے بعد اس مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں ان کا ایک ایک لفظ ملک و ملت اور مسلمان عوام کے لئے داخلی اور بین الاقوامی تغیرات کے پس منظر میں آخری ہدایت اور فیصلہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

پاکستان کے مسلمان تو واقعات کے ہر موڑ پر اب ان کے اظہار رائے اور اقدام کے منتظر رہتے ہی تھے، بیرون پاکستان کے مسلمانوں کی نظریں بھی ان کے فیصلہ اور اعلان کی طرف لگی رہتی تھیں، نیز بین الاقوامی حلقوں کو بھی اب یہ انتظار رہتا تھا کہ درپیش مسائل پر مفتی محمود صاحب کیا کہنے والے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کی اسلامی سیاست کی اپنی ایک منفرد تاریخ اور اہم جداگانہ حیثیت ہے۔ بارھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) کے آغاز میں ہی ہند و پاک میں ولی اللٰہی نظریات کی صورت میں ایک عالمگیر اور بین الاقوامی اسلامی فکر، اسلامی سیاست، اسلامی معیشت اور اسلامی انقلاب کے پروگرام کی نظریاتی داغ بیل پڑ گئی تھی۔

حالانکہ ابھرتے ہوئے یورپ میں بھی تک کسی قسم کے بین الاقوامی فکرِ انقلاب کا آغاز تک نہیں ہوا تھا۔

ولی اللٰہی فکرِ انقلاب نے جلد ہی خطۂ پاک و ہند سے گزر کر افغانستان، وسط ایشیا ایران، ترکی اور دوسری طرف مشرق بعید میں ملایا اور انڈونیشیا تک اپنے اثرات پھیلا دیئے تھے۔

چنانچہ اسی مکتبِ فکر کی حامل جماعتوں اور شخصیتوں نے بارھویں صدی ہجری کے آخر تک ایشیا بھر کے اہم مقامات میں دعوت و ارشاد کے حلقے قائم کر دیئے اور تیرھویں صدی ہجری کے آغاز سے جہاد بالسیف تک کے معرکے انجام دینا شروع کر دیئے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں اسی مکتبِ فکر کی تنظیموں نے ہی اسلامی انقلاب کی بھرپور جدوجہد شروع کی اور جب برطانوی استعمار اس خطۂ ارض پر غالب آگیا تو اس کے خلاف بھی محاذ آرائی سے دریغ نہیں کیا۔

ولی اللٰہی مکتبِ فکر نے ایسی انقلابی دینی اور سیاسی تحریکوں کی نشو و نما کی جو آخر تک برطانوی استعمار سے نبرد آزما رہیں اور مغرب کی ملحدانہ پیش قدمیوں کو روکتی رہیں۔

ہندوستان کی جدوجہد آزادی کی تحریکیں کانگریس، مسلم لیگ، خلافت کمیٹی، جمعیت علماء، مجلس احرار وغیرہ کی شکلوں میں اسی مکتبِ فکر کے فیضان کا نتیجہ تھیں۔

برصغیر کی آزادی، پاکستان کی مسلم مملکت کا قیام، مسلمان ملکوں کا موجودہ استقلال اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی اٹھنے والی نو بہ نو لہریں یہ سب ولی اللٰہی مکتبِ فکر کے فیض کا حاصل ہیں۔

اسی مکتبِ فکر نے پاک و ہند اور افغانستان میں ایسا راسخ اسلامی ذہن پیدا کر دیا ہے کہ مغرب کا کوئی سا الحادی فلسفہ اپنے کسی رنگ میں ابھی تک کامیابی حاصل نہیں کر سکا ہے۔ یہ ولی اللٰہی مکتبِ فکر کی تعلیمات کا ہی اثر ہے کہ پاک، ہند اور افغان خطہ کا مسلمان نہ جمہوریت کی آڑ میں اور نہ اشتراکیت کے پردے میں کسی الحادی اور غیر اسلامی نظریہ و نظام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ باقی صفحہ ۳۰ پر

رواں دواں

زاہد بلند شہری

ٹیلی وژن بیوروکریسی اور جمہور

جب سے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے عنانِ حکومت سنبھالا ہے' ریڈیو اور ٹی وی کو مشرف بہ اسلام کرنے کی کوششیں بدستور جاری ہیں۔ سرکاری حلقے تو اب یہ دعوے کرنے لگے ہیں کہ یہ دونوں ادارے خصوصاً ٹیلیویژن حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اس میں کتنی سچائی ہے؟ یہ تو دیکھنے والے اور سننے والے ہی بتا سکتے ہیں؛ تاہم جب بھی ہمارا ان دونوں سے سابقہ پڑا ہے تو صرف خول ہی اسلامی نظر آیا اندر سے وہی عناصر اس پر اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ کن کھجورے کے پنجے اگر جسم پر گڑھ جائیں تو پھر ان کا الگ ہونا محال ہوتا ہے۔ جلد کاٹنا پڑتی ہے۔ یہ لوگ جو ان دونوں اداروں پر اپنے زہر آلود پنجے گاڑھے ہوئے ہیں کن کھجورے سے کسی طرح کم نہیں۔ کم تو وہ بھی نہیں ہیں جو موجودہ حکومت کو اسلام کے نام پر بدنام کروانے کا کوئی لمحہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور ملک میں اسلام صحیح معنوں میں نافذ کرنے میں سدِّ راہ بنے ہوئے ہیں۔ ایک سدِ راہ دُور ہوئی تو دوسری بیوروکریسی نے کھڑی کر دی۔ کیا اسلام کو اسی طرح نعوذ باللہ ڈھونگ بنا کر پیش کیا جاتا رہے گا؟

۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۷ء سابق حکومت نے اسلام کا ڈھونگ رچایا۔ امام کعبہ کو بلوایا۔ اسلامی کانفرنس کروائی۔ غرض گراں اشتہاروں کے ذریعے اسلام کے شیدائی آٹھ کروڑ مسلمانوں کے سامنے اپنے تئیں عالمِ اسلام کا "عظیم رہنما" پیش کیا۔ ان ایسے اور "عظیم راہنماؤں" نے نہ صرف اسلام کو دبانے کی کوشش کی بلکہ جمہور کی آواز کو بھی بزورِ بیوروکریسی "شہ رگ" تک محدود رہنے دیا۔ تاہم جمہور کو موجودہ حکومت سے یہ توقع تھی کہ وہ ان کی دبی آواز کو محسوس کرتے ہوئے ان کی خواہشات کو پورا کرے گی، ملک کو مشرف بہ اسلام کرے گی۔ یہ توقع بدستور "توقع" ہے۔ خدا کرے یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو اور جمہور آزادی اور سکھ کا صحیح معنوں میں سانس لے سکیں۔

سانس لینا تو سابقہ دَور میں بھی دشوار تھا۔ بیوروکریسی جب بھی تھی اب بھی ہے۔ حاکم بدل جائیں تو کیا بیوروکریسی تو ہمیشہ رہتی ہے۔ اصل حکومت تو بیوروکریسی کی ہے جس کا کوئی مذہب نہیں کوئی مسلک نہیں' کوئی نظریہ نہیں۔ فائلوں کے چکر سے حکومتیں بدل دینا اس کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

جہاز اغوا ہوئے ڈیڑھ ماہ بیت چکا ہے۔ یہ کام بھی بیوروکریسی کے نزدیک بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ پی۔ آئی۔ اے۔ D جل گیا۔ نوکر شاہی اس کے نقصان کی اہمیت کو نہیں سمجھتی۔ فائلیں بدستور ایک کمرے سے دوسرے کمرے اور ایک شعبہ سے دوسرے شعبے میں بحالتِ سفر ہیں۔ ان کا سفر جاری رہے گا۔

بیوروکریسی پر اتنا اعتماد کرنے کی بجائے عوام پر اعتماد کیا جائے اور اتنے اختیارات عوام کو دے دیئے جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ عوام اپنی چیز کی حفاظت دل و جان سے کریں۔

ٹیلیویژن اور ریڈیو کا رپورٹس میں آٹھ کروڑ پاکستانیوں کی خون پسینے کی کمائی سے پلنے والا "انحراف پسند" ٹولہ کیوں اب تک عبوری آئین کی گرفت سے محفوظ ہے۔

غنڈہ اور ناپسندیدہ عناصر بھی بالکل محفوظ ہیں بلکہ یوں کہیئے کہ پولیس انہیں اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہے۔ کل سعادت بلوچ ملی بھگت سے جیل سے فرار ہوا ہے تو آج کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے پیشبندی کیوں نہیں کی جاتی؟ کیا یہ کارنامہ بھی انتظامیہ میں موجود بیوروکریسی نے نہیں انجام دیا؟ انتظامیہ مزید کب تک عبوری آئین کی گرفت سے محفوظ رہے گی؟ کیا اس واقعہ کے بعد انتظامیہ اور سعادت بلوچ ایسے شوریدہ عناصر میں کوئی فرق باقی رہ جاتا ہے؟

عبوری آئین' بقول صدر محترم' وقت کی ضرورت تھی۔ وقت کی ضرورتیں بہت ہیں۔ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عصمتوں کی حفاظت

بہت ضروری ہے۔ آج محمد بن قاسمؒ ان حالات کو دیکھ لیں تو ---- کارپردازانِ حکومت کی حیثیت کے بارے میں کیا رائے دیں گے؟ ہر بیٹی محمد بن قاسمؒ کا انتظار کر رہی ہے۔ حق سلبی کے خلاف قوم بھی کوئی قدم اٹھانے کا انتظار کر رہی ہے مگر قوم کو اپنا حق کب اور کیوں کر مل سکتا ہے' پھر وہی نوکر شاہی کا چکر آڑے آ رہا ہے.

حق والوں کو حق ملتے نہیں دیکھا گیا۔ حق چھینا گیا ہے مگر بیوروکریسی کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ حق چھیننے بھی نہیں دیتی. اب یہ طبقہ (نوکر شاہی) ناقابلِ برداشت ہو چکا ہے یعبوری آئین ان پر کیوں نہیں لاگو ہوتا؟

بیوروکریسی پر گرفت مضبوط کیوں نہیں کی جاتی ــــ؟

مہنگائی کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ "بین الاقوامی" ہے۔ یہ کتنا بھی خوب ہے چند لفظوں میں مفہوم ادا ہو گیا۔ یہ جملہ سابقہ حکومت بھی دہراتی رہی ہے۔ اسے بھی یہ بیماری لاحق تھی کہ کوئی مسئلہ حل نہ ہوا اسے بین الاقوامی قرار دے کر جان چھڑا لی۔ ڈر ہے کہ کہیں گٹروں کا بند ہونا، کوڑے کے ڈھیروں کی موجودگی، شکستہ سڑکیں اور ریلوے کے ناقص انتظام کو بین الاقوامی قرار دے کر انہیں مستقل حیثیت نہ دے دی جائے بآخر کیوں؟ بیوروکریسی پر گرفت مضبوط کیوں نہیں کی جاتی؟

آج بیوروکریسی کو شکنجے میں لیجئے' کل عوام کے جمیع مسائل حل ہو جائیں گے چھوٹے بڑے تمام مسائل سب حق مل جائیں گے۔

ملک کا سب سے بڑا سامراج مر جائے گا۔ عوام سکھ کا سانس لیں گے اور عوام خود بخود اعتماد میں ہوگی! کیا یہ درست نہیں ہے۔ بیوروکریسی کو یہ باتیں کڑوی لگیں گی، مگر صحت اسی سے ہوگی۔ بیمار اقتصادیات بھی اچھی ہو جائے گی، نظام تعلیم بھی بہتر ہو جائے گا تعلیم اور محکمہ تعلیم میں کالی بھیڑیں بھی سامنے آ جائیں گی۔ اصل قاتل کون ہے؟ روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ قاتل تختہ دار پر ٹنگ جائے تو مقتول کے وارثین اس پر راضی ہو جاتے ہیں۔ آج قاتل آزاد کیوں پھر رہے ہیں؟ مقتولین کے ورثاء پسِ زنداں کیوں ہیں؟ پھر وہی نوکر شاہی کا ذکر کرنا پڑ رہا ہے۔ اس نحوست کو دور کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

بقیہ: صداقت اسلام

اعلیٰ تعلیم کو کوئی بے تعصب محقق نظر انداز نہیں کر سکتا۔"

فلپ براؤن ہی لکھتا ہے کہ:۔
قرآن مجید کا میں جتنا مطالعہ کرتا ہوں اور اس کی روح کو اکتساب کرنے کی کوشش کرتا ہوں اسی قدر مجھے اس میں زیادہ لطف آتا ہے۔"

۱۷۔ ڈریپر کا قول ہے کہ:
"مسلمان بزدل وحشی اور ظالم نہیں تھے بلکہ شجاع، خلیق اور عادل تھے۔"

۱۸۔ مشہور فرانسیسی فلاسفر موسیو رینان مسجد میں جماعت کی تنظیم دیکھ کر کہتا ہے کہ:
" اپنی زندگی میں جب کبھی میں مسلمانوں کی مسجد میں داخل ہوا ہوں' میں نے اپنے اندر اسلام کی طرف ایک خاص کشش محسوس کی ہے بلکہ مجھے اپنے مسلمان نہ ہونے پر افسوس ہوا ہے۔"

(یہ اقتباسات اخبار کوثر لاہور ۱۳۶۵ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۵ء ص سے ماخوذ ہیں)

قارئین کرام! غیر مسلموں کے یہ چند اقتباسات بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں ورنہ ابھی بہت سے حوالجات اور بھی پیشِ نظر ہیں، سر دست انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ غور فرمائیے کہ قرآن کریم، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور اہل اسلام کی صداقت و دیانت، بلند کرداری اور استقلال، رفعت شان اور جلالت قدر، عالی ہمتی اور مخلوق خدا کے ساتھ دلسوزی اور ہمدردی کے ثبوت پر غیر مسلموں کی یہ کس قدر وزنی شہادتیں ہیں۔ اس سے بڑھ کر اسلام کی صداقت کی اور کیا شہادت درکار ہے؟ سچ ہے ع والفضل ما شھدت بہ الاعداءُ

بقیہ:- چودھویں صدی کا ابن تیمیہؒ

مفتی محمود صاحبؒ اسی ولی اللّٰہی مکتب فکر کی ایک اہم کڑی تھے جو چودھویں صدی ہجری کے آخری عشروں میں اسی مکتبِ فکر کی سیاسی قوت کا مظہر بن کر ابھرے اور اپنے قائدانہ کردار کا نقش دوام ثبت کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بلاشبہ مفتی محمود صاحب کی وفات سے مسلمانانِ عالم کو ایسا ہی تاریخی نقصان پہنچا ہے جیسا نقصان آٹھویں صدی ہجری میں امام ابن تیمیہؒ کی وفات سے عالمِ اسلام کو پہنچا تھا۔

جس طرح آٹھویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا کو ابن تیمیہؒ کی شدید ضرورت تھی پندرھویں صدی ہجری کی مسلمان دنیا کو بھی اسی طرح مفتی محمود صاحبؒ کی ضرورت تھی اور جس طرح ابن تیمیہؒ کے بعد دوسرا ابن تیمیہؒ عالم اسلام کو نہیں مل سکا، اندیشہ ہے کہ موجودہ حالات میں بھی حضرت مفتی محمودؒ کا نعم البدل نہیں مل سکے گا۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ

مسلمان کا سفرِ آخرت

دُنیا ایک چند روزہ سرائے ہے اور انسان ایک مسافر، جو کسی سرائے میں ٹھہرنا کر ہمیشہ کے لئے بیٹھ نہیں رہتا بلکہ اپنی ضرورت کے مطابق چند دن سرائے میں رہ کر آگے چلنے کی تیاری میں مشغول ہوتا ہے۔ زندگی میں تو انسان کو اس مسافرت کی خبر نہیں ہوتی۔ (الا ماشاء اللہ) البتہ جب وہ دُنیا سے رخصت ہو کر عالمِ بقا کی طرف جانے لگتا ہے تو اس کی یہ حالت اچھے طریقہ پر مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ وہ تمام علاقے اور ہر قسم کے روابط چھوڑ کر تن تنہا آخرت کے سفر پر جانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ ایسے مسافر کے لئے عزیز و اقارب کو کیا معاملہ کرنا چاہیئے اور کس طرح اس اہم اور ضروری سفر کے لئے تیار کر کے اسے روانہ کرنا چاہیئے۔ اس مضمون میں مختصراً اسی بات کا ذکر ہے۔

موت قریب ہو تو

۱۔ جہاں تک ہو سکے اس کی صورت شکل لباس وغیرہ کو صاف ستھرا اور پاکیزہ بنایا جائے۔

۲۔ جب اس کا آخری وقت ہو تو اس کو چت لٹا دو۔ شمال (اُوتر) کی طرف سر اور جنوب (دکن) کو پاؤں کر کے سر کو ذرا قبلہ کی طرف جھکا دو۔ کچھ لوگ پائنتی قبلہ کی طرف کر کے سر کے نیچے تکیہ رکھ کر اسے اونچا کر دیتے ہیں اس طرح بھی رُخ قبلہ کی طرف ہو جاتا ہے۔

۳۔ اس کے پاس بیٹھ کر بلند آواز سے کلمہ پڑھتے رہیئے تاکہ اس کی زبان سے کلمہ جاری ہو جائے۔ زبان سے کلمہ جاری نہ بھی ہوا تب بھی دل میں اس کا اثر ضرور ہو گا۔

مگر یہ یاد رہے کہ زبان سے اسے کلمہ پڑھنے کے لئے کہنا نہیں چاہیئے۔ خدا جانے نزع کی حالت میں وہ کیا جواب دے۔ (یہ مسئلہ اپنے رشتہ داروں، خصوصاً عورتوں کو اچھی طرح سمجھا دینا چاہیئے) جب ایک بار کلمہ پڑھ لے تو پھر خاموش ہو رہنا چاہیئے۔

کلمہ پر خاتمہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے ہاں کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی دنیاوی بات کی ہے تو پھر دوبارہ اسے سُنا سُنا کر کلمہ پڑھیں اور پھر جب وہ کلمہ پڑھ لے تو خاموش ہو جائیں۔

۴۔ مرنے والے کے سرہانے سورۂ یٰسین خود پڑھ دیں یا کسی سے پڑھوا دیں اس سے موت کی سختی میں تخفیف ہونے کی امید ہے۔

۵۔ ایسے وقت میں مال و جائیداد کے انتظام اور اہل و عیال کی پرورش وغیرہ کے متعلق اس سے کسی قسم کا سوال نہ کیا جائے تاکہ اس کا دل خدا کی طرف لگا رہے۔

٭ ٭ ٭

روح نکلنے کے بعد

جب روح نکل جائے تو:۔

۱۔ اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دو۔

۲۔ ٹھوڑی کے نیچے سے کپڑا لا کر سر پر باندھ دیا جائے تاکہ منہ کھلا نہ رہ جائے۔

۳۔ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہہ کر بند کر دو۔

۴۔ پاؤں کے انگوٹھے ملا کر باندھ دو۔

۵۔ ایک صاف چادر اوپر ڈال دو۔

۶۔ غسل کی حاجت والے آدمی اور حیض و نفاس والی عورت کو اس کے پاس نہ آنے دو۔

۷۔ اگر میسّر ہو تو خوشبو جلا کر اس کے قریب رکھ دو۔

۸۔ غسل دینے سے پہلے اس کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف نہ پڑھو۔ غسل دینے کے بعد جائز ہے۔

۹۔ کفن دفن کے سامان میں جلدی کرنی چاہیئے۔

۱۰۔ ہمسایہ اور عزیز قریبیوں کو اس کی موت کی خبر کر دو۔

غسل دینے کا طریقہ

۱۔ بیری کے پتے ڈال کر گرم پانی تیار کر لو۔

۲۔ نہلانے کے تختہ کو اچھی طرح صاف کر کے تین یا پانچ یا سات بار دھو دیا لوبان

وغیرہ کی دھونی دے کر

۳۔ میت کو اس پر لٹا دو۔ بہتر یہ ہے کہ سر شمال کی طرف ہو اور اگر موقع نہ ہو یا کوئی مشکل درپیش ہو تو جس طرح ہو لٹا دو۔

۴۔ ناف سے زانو تک ایک کپڑا ڈال کر بدن کے سب کپڑے اتار لینے چاہئیں۔

۵۔ نہلانے والے کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور ناف سے زانو تک جو کپڑا پڑا ہے اس کے نیچے ہاتھ لے جا کر پہلے اس کا استنجا اور طہارت کرائے۔

۶۔ اس کے بعد منہ، ہاتھ، پاؤں دھو کر اور سر کا مسح کر کے معمولی قاعدہ سے پورا وضو کرا دینا چاہیئے، لیکن ناک میں اور منہ میں پانی نہ ڈالیں بلکہ کپڑا یا روئی تر کر کے دانت اور منہ اور ناک کو صاف کر دیں۔ ہاں اگر غسل کی ضرورت میں موت ہوئی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو تو منہ میں اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔ پانی ڈال کر پھر کپڑے سے نکال لیں۔ وضو سے پہلے میت کے ہاتھ پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں۔

۷۔ وضو کے بعد اس کی ناک، منہ اور کانوں کے سوراخوں میں روئی دے دینی چاہیئے تاکہ غسل کا پانی اندر نہ چلا جائے۔

۸۔ سر کے بال اور داڑھی ہو تو خطمی یا صابن وغیرہ سے اچھی طرح مل کر دھو ڈالیں کہ صاف ہو جائیں۔

۹۔ بال یا ناخن ہرگز نہ کاٹیں اور نہ کنگھا کریں۔

۱۰۔ پھر دائیں کروٹ کو ذرا اوپر اٹھا کر یہی بیری کے پتے والا نیم گرم پانی ڈالنا شروع کر دیں اور سر سے پاؤں تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالیں کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے۔ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر یہی نیم گرم پانی بائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین بار اس طرح ڈالیں کہ نیچے تک پہنچ جائے پھر اس کی کمر کی طرف سہارا لگا کر کسی قدر بٹھانے کے قریب کر دو اور آہستہ آہستہ اس کا پیٹ اوپر سے نیچے کی طرف کو مل دو۔ اگر کچھ رطوبت یا نجاست نکلے تو صرف اسی کو صاف کر کے دھو ڈالو۔ غسل اور وضو میں کچھ نقص نہیں آتا۔

۱۱۔ اس کے بعد بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی تین دفعہ خوب بہاؤ کہ نیچے کی طرف بائیں کروٹ بھی تر ہو جائے۔

۱۲۔ پھر بدن کا پانی کپڑے سے خشک کر کے اس کو تختے سے اٹھا کر کفن پر رکھو اور ناک کان میں سے روئی نکال دو۔ عطر وغیرہ کوئی خوشبو اس کے سر پر اور اگر داڑھی ہے تو اس پر بھی لگا دو۔

۱۳۔ کفن پر عطر نہ لگاؤ اور نہ کان میں عطر کا پھایا رکھو۔

۱۴۔ اس کی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں گھٹنوں اور پاؤں پر کافور مل دو۔

مرد کا کفن

مرد کے کفن میں صرف تین کپڑے ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک بڑی چادر، جو سب سے پہلے بچھا دی جاتی ہے۔

۲۔ ازار (تہ بند یا چھوٹی چادر) وہ اس قدر ہو کہ سر سے پاؤں تک آ جائے۔ اسے بڑی چادر پر بچھا دو۔

۳۔ کفنی (اسے بغیر آستین اور کلی کا کرتا سمجھ لیجئے) یہ گردن سے پیر تک ہو۔ پہلے کفنی پہنا دو پھر لٹا کر تہ بند کو بائیں طرف سے لپیٹ دو پھر دائیں جانب کر لپیٹو، یعنی دایاں کنارہ اوپر رہے اور بایاں نیچے۔ پھر بڑی چادر کو بھی اسی ترتیب سے لپیٹ دو کہ بایاں پلّہ نیچے رہے اور دایاں اوپر۔ اور کپڑے کی دھجی لے کر سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو۔ ایک دھجی کمر کے نیچے سے بھی نکال کر درمیان میں باندھ دیں تاکہ ہوا سے یا ہلنے سے کفن نہ کھل جائے۔

عورت کا کفن

عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوتے ہیں۔

۱۔ بڑی چادر جس کو پوٹ کی چادر اور عربی میں لفافہ کہتے ہیں۔ سب سے پہلے یہی بچھاؤ۔

۲۔ اس کے بعد سینہ بند بچھا دو جو دو تین ہاتھ چوڑا تین ہاتھ لمبا ہونا چاہیئے۔

۳۔ اس پر ازار (جو سر سے پاؤں تک آ جائے) بچھاؤ۔

۴۔ کفنی (بغیر آستین اور کلی کا کرتہ) گردن سے پاؤں تک۔

۵۔ خمار (سر بند) دو ہاتھ لمبا اور ایک بالشت چوڑا۔

عورت کو کفن پر لا کر پہلے کفنی پہناؤ اور سر کے بالوں کو آدھے آدھے دونوں طرف کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں خمار یعنی سر بند کو سر اور بالوں پر ڈال دیں۔ اس کو باندھنے اور لپیٹنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد تہ بند (ازار) کو اس طرح لپیٹا جائے کہ دایاں کنارہ اوپر اور بایاں نیچے رہے۔ سر بند اس کے اندر آ جائیگا۔ اس کے بعد سینہ بند کو باندھ دو۔ اس طریق سے سینہ بند تہ بند کے اوپر اور بڑی چادر کے اندر رہوگا، لیکن اگر اس کو کفنی کے اوپر تہ بند سے پہلے بھی باندھ دیا جائے تب بھی جائز ہے۔ اگر تمام کپڑوں کے اوپر یعنی بڑی چادر کے بھی اوپر باندھ دیا جائے تب بھی درست ہے۔ بڑی چادر کو لپیٹ کر تین جگہ سے باندھ دینا چاہیئے۔

نوٹ: مذکورہ کپڑوں کے علاوہ جنازے پر جو چادر ڈال دیتے ہیں وہ کفن میں داخل نہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی چادر اوپر ڈال دیتا ہے اور قبر پر جا کر اتار لیتا ہے تو کچھ حرج نہیں۔

عورت کے جنازہ پر بانس کی تیلیاں یا درخت کی ہری شاخیں لگا کر چادر ڈال دینا چاہیئے تا کہ پردہ رہے۔

نماز جنازہ

اس طرح بنا سنوار کر اور ظاہری پاکی اور صفائی کر کے اس آخرت کے مسافر کو گھر سے رخصت کرو۔ کسی کو منہ دکھانا ہو تو دکھا دو۔ چار آدمی اٹھا کر لے چلیں — جنازہ گاہ یا کسی صاف ستھرے میدان میں اس کو آگے رکھ کر نہایت عاجزی سے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں اور خدا کی جناب میں اس کی باطنی صفائی اور پاکی یعنی گناہوں کی مغفرت کے لیے دُعا کریں۔ اسی کا نام نماز جنازہ ہے۔ کھڑے ہو کر چار بار اللہ اکبر کہنا فرض ہے۔

بعض دیہات میں جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ملتا تو مردہ کو بلا نماز جنازہ دفن کر دیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے، ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ بلکہ وضو کر کے جنازہ سامنے رکھ کر ایک شخص کو آگے کھڑا کر دو۔ عربی دُعا یاد نہ ہو تو تکبیروں کے ساتھ اپنی زبان میں دعا مانگ لے، دعا وغیرہ کچھ نہ مانگے صرف چار دفعہ اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھ دے، تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کو خوب یاد رکھنا چاہیئے اور اپنے ان پڑھ بھائیوں کو بھی سمجھا دینا چاہیئے۔

جنازہ لے جانا اور قبر میں دفن کرنا

یہاں سے اٹھا کر اس مسافر کو دنیا کی آخری منزل اور آخرت کی پہلی منزل (قبر) کی طرف لے چلو جہاں اسے قیامت تک رہنا ہے — دوڑنے کودنے کی تو ممانعت ہے مگر حکم ہے کہ جنازے کو تیز تیز لے چلو۔ قبر آدمی کے سینے یا گردن تک گہری بنانی چاہیئے۔ اگر زمین ایسی ہو کہ بغلی لحد بن سکتی ہو تو لحد بنا لینا بہتر ہے۔ دو تین آدمی قبر میں اتر کر آہستہ آہستہ میّت کو اٹھا کر بسم اللہ وعلیٰ ملّتہ رسول اللہ کہہ کر قبر میں زمین پر لٹا دو۔ کوئی کپڑا یا بوریا بچھانا درست نہیں اور ذرا سی مٹی یا ڈھیلے کا سہارا دے کر رُخ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیئے۔ کفن کی گرہیں اب کھول دینی چاہئیں۔ کچی اینٹوں یا بڑے ڈھیلوں یا بانس سے لحد کو بند کر دیں اور درخت کے پتے وغیرہ سے سوراخ بند کر دیں تا کہ مٹی ڈالی جائے تو وہ لحد کے اندر نہ چلی جائے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالنا شروع کر دیں اور قرآن پاک کے یہ الفاظ بھی پڑھیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے کہے گئے ہیں:

۱۔ پہلی بار جب مٹی ڈالیں تو:
مِنْهَا خَلَقْنَـٰكُمْ (اسی مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا) پڑھیں۔

۲۔ دوسری بار مٹی ڈالیں تو:
وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ (اسی مٹی میں ہم دوبارہ تم کو لے جائیں گے) پڑھیں۔

۳۔ تیسری بار یہ پڑھیں:
وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (اور اسی مٹی سے ہم تمہیں ایک بار اور نکالیں گے)

پھر قبر کو مٹی سے اچھی طرح بھر کر زمین سے ایک ڈیڑھ بالشت اونچی کر کے ڈھلوان بنا دو اور اگر پانی بھی چھڑک دو تو بہتر ہے۔ پھر ذرا سی دیر ٹھہر کر اس کی مغفرت اور منکر نکیر کے جواب میں پورا اترنے اور ثابت قدم رہنے کی دُعا کر کے اسے خدا کے سپرد کر دو اور واپس چلے آؤ اور سمجھو کہ یہ ایک مسافر تھا جو اپنے اصلی وطن کو روانہ ہو گیا۔ اسی طرح ہم کو بھی ایک روز دُنیا چھوڑ کر وہیں جانا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

چند متفرق مسائل

۱۔ عورت مر جائے تو شوہر کو اس کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اسی طرح بیوی بھی اپنے شوہر کا منہ دیکھ سکتی ہے۔

۲۔ بیوی کے لئے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اٹھانا بھی بلاشبہ جائز ہے۔

۳۔ مرد کو دو ہی کپڑے یعنی صرف تہ بند اور چادر یا کفنی اور چادر میں دفن کر دیا جائے تب بھی کافی ہے۔ اسی طرح تنگی کی صورت میں اگر عورت کو تین کپڑوں یعنی تہ بند چادر اور سربند میں کفنا دیں تو بھی درست ہے۔ بلا ضرورت مرد کو تین اور عورت کو پانچ سے کم کپڑے نہ دینے چاہئیں۔ لاچاری و مجبوری میں جو مل جائے وہی جائز ہے۔

۴۔ میّت کے بدن اور کفن پر سیاہی یا کافور سے کچھ لکھنا یا کوئی چیز لکھ کر قبر یا کفن میں رکھنا جائز نہیں۔

۵۔ میّت کے سر پر عمامہ (پگڑی) باندھنا مکروہ ہے۔

۶۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اگر ایک یا دو کپڑوں میں دفنا دیں تو جائز ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ کفن پورا ہو۔ لڑکا جو بالغ ہونے کے قریب ہو تو اس کو پورے تین اور لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہو تو اس کو پورے پانچ کپڑے دیئے جائیں۔

۷۔ جو بچہ زندہ ہو کر مر گیا اس کو غسل بھی دینا

مرتبہ: حافظ مقصود احمد

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور اُن کے معاشی نظریات

حضرت ابوذر غفاری رضؓ کے معاشی افکار اکثر صحابہؓ سے منفرد اور بظاہر متصادم نظر آتے ہیں۔ جلیل القدر صحابہؓ اس بارہ میں آپ سے متعدد بار بحث و تمحیص کر چکے تھے، لیکن آپ کے نظریات اتنے مدلّل ہوتے تھے کہ صحابہؓ کو مجالِ انکار نہ ہوتا تھا۔ یہ منفرد اندازِ فکر کیوں پیدا ہوا؟ اس کا جواب آپ کی اسلام لانے سے پہلے اور بعد کی زندگی کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوگا۔

اِبتدائی حالات

آپ کا قبیلہ بنو غفار مکہ اور شام کی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔ ذرائع آمدن عام عربوں کی طرح اونٹ یا بھیڑیں پالنا اور تجارت کرنا تھا لیکن شاہراہ پر واقع ہونے کی بنا پر اس گلہ بانی کی مشقت سے بچنے کے لئے ان لوگوں نے انسانی ذریعہ معاش یہ بنا لیا کہ عربی اور شامی قافلوں کو لوٹ لیا جائے۔ ابوذر غفاریؓ کا بھی یہی محبوب مشغلہ تھا بلکہ اس شعبہ میں قدرت کی ودیعت کردہ طاقت اور شجاعت میں تمام قبیلہ میں سرخیل تھے۔ جس قافلے پر ہاتھ ڈالا لوٹ لیا کبھی ہزیمت کا سامنا نہ ہوا۔ لوٹ مار کی مشقت کے علاوہ باقی زندگی بڑی عیش سے گذر رہی تھی، لیکن آخر میں فطرتی سعادت آڑے آئی اور واقعہ خواہ کچھ بھی ہوا آپ نے از خود اس مکروہ پیشے کو خیرباد کہہ دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور خود ساختہ عبادت خداوندی کا طریقہ اپنا لیا۔ خود فرماتے ہیں۔

ولقد صلیت یا ابن اخی قبل ان القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلٰث سنین۔

میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ سے مشرف ہونے سے تین سال پہلے سے نمازیں پڑھتا تھا۔

راوی کو نماز کے نام سے تعجب ہوا۔ پوچھا کہ نماز کس کی پڑھتے تھے فرمایا۔

للّٰہ ۔ اللہ کے لئے

پھر پوچھا کہ منہ کس طرف کرتے تھے؟

حیث یوجھنی اللّٰہ

جدھر اللہ تعالے جھکا دیتے ہیں۔

خود فرماتے ہیں کہ رات کی نماز کے لئے کھڑا ہوتا اور کھڑا رہتا۔ یہاں تک کہ جب پچھلی رات بھی ختم ہونے کے قریب ہوتی تو اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتا اور اس طرح پڑا رہتا کہ گویا کوئی کپڑا پڑا ہوا ہے یہاں تک کہ مجھ پر دھوپ پڑنے لگتی تھی (تو اٹھ بیٹھتا)

ترکِ وطن

ادھر آپ کی یہ حالت کہ خشیت الٰہی ہر آن بڑھتی جا رہی ہے اور ادھر قوم لوٹ مار میں اتنی منہمک کہ حرمت والے مہینوں میں بھی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ آپ کے منع کرنے پر بجائے باز آنے کے الٹا انہی کو کوسنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً آپ اپنے وطن سے ہجرت کر گئے۔ فسق و فجور کی وادی کو بفرمان خداوندی **الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا** کے مطابق چھوڑ کر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف رخ کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آفتاب نبوت مکہ میں طلوع ہو چکا تھا۔ مکہ کا کوئی شخص بھی باہر جاتا تو ہر ملنے والے کو اس عجیب واقعہ سے آگاہ کرتا کہ مکہ میں ایک ایسا شخص بھی ظاہر ہوا ہے جو تمام بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی پرستش کا حکم دیتا ہے۔ انہی آنے جانے والوں میں سے ایک مکی ابوذر رضی اللہ عنہ کو ملتا ہے، آپ کے خیالات معلوم کرنے کے بعد اس نے کہا،

"ابوذر! جو تم کہتے ہو مکہ کا ایک شخص بعینہ اس کا مدعی ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اس پر کلام نازل فرمایا اور اسے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی معبود سے کوئی واسطہ نہ رکھو۔"

ابوذرؓ کو گوہر مقصود مل گیا۔ راہگیر سے مکمل پتہ معلوم کر کے اپنے بھائی انیسؓ کو حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور فرمایا؛

"اس وادی میں جاؤ اور میرے لئے اس شخص کا احوال معلوم کرو جو اپنے کو نبی خیال کرتا

ہے اور کہتا ہے کہ اسے آسمان سے خبریں آتی ہیں اس کی باتیں سنو اور پھر مجھے آکر بتانا" (بخاری)

چنانچہ حضرت انیسؓ حسب الحکم جاتے ہیں۔ واپسی پر ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشرکین مکہ کی آراء پوچھتے ہیں۔ حضرت انیسؓ نے بتایا،

"مشرکین کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ کاہن ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ جادوگر ہے، مگر خدا کی قسم میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام کاہنوں جیسا نہیں۔ پھر میں نے آپ کے اقوال کو شعراء کے میزان پر پرکھا (حضرت انیسؓ خود اعلیٰ پائے کے شاعر تھے) لیکن یہ شاعر بھی نہیں تھے۔ پھر فرمایا، "خدا کی قسم آپ سچے ہیں اور مشرکین تم جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری مکہ پہنچے تو حرم کعبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ایمان لے آتے ہیں۔ اور بیت اللہ میں تمام مشرکین کی موجودگی میں فرماتے ہیں؛

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
واشہد ان سیدنا محمد رسول اللہ

یہ سننا تھا کہ قریش مکہ آپ پر ٹوٹ پڑے اور قریب تھا کہ جان سے مار دیتے اچانک حضرت عباسؓ کا ادھر سے گزر ہوا۔ وہ پہچان گئے اور فرمایا،

اے مکہ والو! ہوش کرو۔ بنو غفار کا آدمی قتل کر رہے ہو حالانکہ تمہارے تجارتی قافلے انہی کے علاقے سے گزرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا۔ لیکن جو عشق کی آگ اندر لگ چکی تھی وہ کسی بھی مار سے بجھنے والی نہیں تھی۔ دوسرے دن پھر بلند آواز سے وہی نعرۂ مستانہ لگایا،

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد
ان سیدنا محمد رسول اللہ

غیظ و غضب میں بپھرے ہوئے قریش مکہ پھر آپ پر ٹوٹ پڑے تا آنکہ دوبارہ حضرت عباسؓ نے انہیں چھڑایا

ابوذر غفاریؓ اور اشتراکیت

کہنے والے تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ ابوذر غفاریؓ اشتراکیت کے پرچارک تھے، حالانکہ اشتراکیت اور لادینیت لازم و ملزوم ہیں۔ اشتراکیت کا بانی کارل مارکس کہا کرتا تھا

"مذہب عوام کے
لئے افیون ہے۔"

"۔۔۔ جس طرح افیون سے عجیب و غریب خیالات آتے ہیں۔ حواس سُن ہو جاتے ہیں اور غیر واقعی امنگیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح مذہب کے تصور سے خدا، حساب کتاب، حشر نشر، جنت و دوزخ کا تخیل پیدا ہوتا ہے حالانکہ فی الحقیقت ان کا کوئی وجود نہیں۔

لینن کہتا ہے کہ کارل مارکس کا یہ فقرہ اشتراکیت کا بنیادی نقطہ ہے۔

مسجد و کلیسا کا تصور وہ ہتھیار ہے جس سے بورژوا طبقہ محنت کش طبقہ کو بے حس کئے ہوئے ہے۔

لینن اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے،

"لادینیت نظریۂ اشتراکیت کا طبعی اور لازمی جزو ہے۔ ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔"

لونا شارکسی جو ایک وقت میں سوویت یونین کا وزیر تعلیم رہ چکا ہے لکھتا ہے،

"ہمیں مسیحیت اور مسیحی لوگوں سے نفرت ہے یہاں تک کہ جن لوگوں کا اخلاق سب سے اچھا ہے وہ ہمارے بدترین دشمن ہیں۔ یہ لوگ تو ہمسایوں سے محبت کرنے والوں اور ان سے عدل سے پیش آنے والوں کے لئے جنت کی بشارت دیتے ہیں، حالانکہ یہ محبت باہمی ہمارے بنیادی مسلک کے ہی خلاف ہے۔ ہمیں ہمسایوں سے یہ محبت ختم کرنی پڑے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے ساتھ نفرت و عداوت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جدل باہمی سے ہی ہم دنیا میں اشتراکیت پھیلا سکتے ہیں۔"

مارکسزم کا سب سے بڑا پرچارک لینن کہتا ہے :۔

"مارکسزم مادیت کا دوسرا نام ہے۔ یہ دین کی عین ضد ہے۔"

اب خود غور کریں کہ ابوذر غفاریؓ کے دل میں دین کی طلب کا کیا حال تھا۔ دین کے اظہار کا کیسا جذبہ تھا۔ آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ دین پر عمل کرنے کا کیسا والہانہ عشق تھا آپ خود فیصلہ کریں گے کہ اشتراکیت اور ابوذر غفاریؓ کو باہمی اتنی ہی نسبت ہے جتنی روشنی کو اندھیرے سے، دن کو رات سے اور حق کو باطل سے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائے۔

تبلیغ دین اور اطاعت رسولؐ

ابوذر غفاریؓ خود مسلمان ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بھائی اور والدہ پر اسلام پیش کرتے ہیں۔ پھر تینوں عسفان کی گھاٹیوں میں جا کر چھپ جاتے ہیں۔ آتے جاتے قافلوں پر اسلام پیش کرتے ہیں جو قبول اسلام کا وعدہ کرتا ہے اسے بخیر و عافیت مکہ بھیج دیتے ہیں۔ تعرض کرنے والوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ غور طلب بات ہے کہ صرف تین آدمی جن میں ایک بوڑھی عورت ہے پورے قافلے پر حاوی ہوتے ہیں۔ یہ سوائے وعدہ خداوندی کے اور کیا تھا کہ جس میں اپنے رسول کو حکم ہے؛

جو تجھے حکم دیا گیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دو۔ ان کی شرارتوں سے اللہ تمہیں محفوظ رکھے گا۔"

اس کے بعد آپؓ اپنے وطن گئے۔

اپنے قبیلہ بنو غفار اور حلیف بنی اسلم کو دین کی دعوت دی۔ دونوں آپؓ کے ہمراہ دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

محبت و اطاعت میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو یہ جذبہ تھا کہ محبوبؐ بھی آپؓ کا محب بن گیا۔ کئی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی رفاقت کا شرف عطا فرمایا۔ سواری پر اپنے ساتھ بٹھانا وہ شرف تھا جو چند مخصوص صحابہؓ کو ہی حاصل ہوا۔ ابوذر غفاریؓ ان میں سے ایک تھے۔

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابوذر اس دن کیا کرو گے جب اس سے (مسجد نبویؐ سے) نکالے جاؤ گے"۔

حضرت ابوذر غفاری بولے: اپنی تلوار سونت لوں گا اور جو مجھے یہاں سے نکالے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور دعا کرنے لگے۔

"اے خدا! ابوذر کی مغفرت فرما"

اس کے بعد ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"ابوذر! نہیں ایسا نہ کرنا۔ جو بھی تجھ پر حاکم ہو اگرچہ غلام حبشی کیوں نہ ہو، جس کے ناک کان الگ کیوں نہ ہوں اس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ وہ جدھر کھینچے کھنچ جانا۔ جدھر ہانکے چلے جانا۔ (مسند احمد بن حنبل)

آخری ایام میں جب آپ کا قیام ربذہ میں تھا اسی شبیہہ کا حبشی حاکم وہاں مقرر کیا گیا اور حسب ارشاد نبویؐ آپؓ نے اس کی مکمل اطاعت کی۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کن فی الدنیا کانک غریب

باوجود اصرار کے آپ نے فرمایا مالی والدنیا میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق؟ بس اتنا کہ ایک مسافر دوران سفر ایک درخت کے نیچے سستانے کے لئے بیٹھ جائے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اس معاملہ میں آپ کے پورے متبع تھے تاآنکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے وہ ابوذرؓ کو دیکھے"۔

یہ زہد عیسوی دراصل تعلیم نبویؐ کا اثر تھا آپ نے فرمایا:

"کعبہ کے رب کی قسم وہی تباہ و برباد ہیں، کعبہ کے رب کی قسم وہی تباہ و برباد ہیں"

ابوذر غفاریؓ پوچھتے ہیں یارسول اللہ کون لوگ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"زیادہ مال و دولت والے لیکن جس نے اس طرح اور اس طرح دیا اور وہ بہت ہی تھوڑے ہیں"۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کے دونے بنائے اور آگے دائیں بائیں کی طرف اشارہ فرمایا یعنی جو خوب دے اور غریبوں کے کام چلائے۔

شام کو سیر کے لئے نکلے۔ سامنے احد پہاڑ نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ کو فرمایا:

اے ابوذرؓ اگر اس احد پہاڑ کے برابر بھی ہمارے پاس سونا ہو تو میں اس کو بالکل پسند نہیں کروں گا کہ وہ ہمارے یہاں تیسرے دن تک رہ جائے لیکن صرف اسقدر حصّہ جو قرضداروں کے لئے رکھ چھوڑوں میں سب کو ادھر ادھر اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دوں گا۔" پھر دونے بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں اشارہ فرمانے لگے۔ بارہا ایسا ہوا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اپنے غلام کے ہمراہ باہر نکلے۔ دونوں کے لباس بالکل ایک جیسے ہوتے۔ لوگ ٹوکتے کہ یہ کیا تو فرماتے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کھلاؤ اپنے غلاموں کو اسی کھانے میں سے جسے تم کھاتے ہو اور پہناؤ انہی کپڑے میں سے جسے تم خود پہنتے ہو۔

اطاعت نبویؐ کا یہی جذبہ تھا جس کی وجہ سے دیگر صحابہؓ آپ کی بے حد تکریم کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا:

اے ابوذر! جس سونے اور چاندی پر گرہ لگائی گئی، وہ اس کے مالک کے لئے انگارے ہیں"۔ ایک طرف تو یہ ارشاد فرمایا جاتا تھا دوسری طرف یہ حکم تھا کہ بہترین کاموں میں سے یہ ہے کہ لوگوں کو کثرت سے سلام کرو، مہمانوں کی مہمان نوازی کرو اور رات کو نمازیں اسوقت پڑھو جب کہ دنیا کے لوگ سو چکے ہوں"۔ ظاہر ہے کہ مہمان نوازی کے لئے از بس ضروری ہے کہ انسان کے پاس کچھ پس انداختہ ہو۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ان دونوں فرمانوں میں اس طرح تطبیق دیتے تھے کہ آپ کا سالانہ وظیفہ جس وقت بیت المال سے ملتا، اٹھتے اور اپنی لونڈی کو ساتھ لے کر سال بھر کا سامان خرید لیتے۔ اس کے بعد لٹاتے بانٹتے۔ پھر جو کچھ بچ جاتا اس کے پیسے بھنا لیتے لوگ پوچھتے کہ تمام روپوں کے پیسے بھنانے کی کیا ضرورت؟ آپ فرماتے کہ چاندی اور سونا رکھنے کی مجھے اجازت نہیں، اس لئے میں اس کے پیسے بنا لیتا ہوں تاکہ میں ان لوگوں میں نہ رہوں جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھمکیاں ارشاد فرمائی ہیں۔

سونے اور چاندی کے متعلق یہ مخصوص برتاؤ حضرت ابوذر غفاریؓ کا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجتہدانہ ذوق تھا اور اسی سلسلہ میں بعض صحابہؓ سے بحث و مناظرہ بھی ہوا۔

مسئلہ کنز

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آپؓ

کسی کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ لوگوں میں جب سونا چاندی جمع کرنے کا مرض بڑھتا گیا تو ابوذر غفاری رضؓ نے ایسے لوگوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ اکثر یہ حدیث بیان فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو لوگ چاندی اور سونے پر گرہیں لگاتے ہیں وہ شعلہ بن کر ان سے لپٹیں گے، جب تک کہ اسے خدا کی راہ میں خرچ نہ کریں۔"

کبھی بیان کرتے کہ کافرین (سونا، چاندی جمع کرنے والوں) کو مژدہ سنا دو کہ جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی تختیاں ان کے ایک پستان پر رکھی جائیں گی، حتی کہ وہ سینہ کو توڑ کر کندھے کی ہڈیوں سے نکل جائے گی۔ اسی طرح پھر کندھے کی ہڈیوں پر رکھی جائے گی حتی کہ وہ دوسرے پستان کی طرف توڑ کر باہر نکل جائے گی۔ (بخاری)

کبھی فرماتے مالدارو! غریبوں کی مدد کرو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جو لوگ سونا چاندی کو سینت سینت کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک دکھ کا مژدہ سنا دو۔ اس دن وہی سونا چاندی آگ میں گرم کئے جائیں گے۔ پھر ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھ اس سے داغی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ وہی ہے جسے اپنے فائدہ کے لئے تم نے اکٹھا کر رکھا تھا۔ پس چکھو اس چیز کو جسے تم لوگ جمع کرتے تھے۔"

دمشق کی اکثر مساجد اور بازاروں میں آپ کا یہی بیان ہوتا رہتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقراء امیروں کو تنگ کرنے لگے اور ان کو مجبور کر دیا کہ جو کچھ ان کے پاس ہو خرچ کر دیں۔ جن امیر لوگوں نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کو زیورات سے لاد دیا تھا ان پر تو آپ کے فتوے بہت گراں گزرے۔ ارباب اقتدار کی ہوس زر اور دنیا میں غیر ضروری انہماک آپ پر گراں گزرتا اور اس بارے میں آپ ان لوگوں کو برملا ٹوکتے رہتے۔ ایک دفعہ جب حضرت امیر معاویہؓ دمشق میں اپنی سبز کوٹھی بنوا رہے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا معاویہؓ! تم جو یہ محل تیار کر رہے ہو ظاہر ہے کہ یہ خیانت ہے اور اگر اپنے ذاتی مال سے بنوا رہے ہو تو پھر یہ اسراف ہے۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے پاس سوائے خاموشی کے اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

الغرض اس قسم کی باتیں خصوصاً کنز والے مسئلے نے رفتہ رفتہ اتنی اہمیت حاصل کر لی کہ حکومت دمشق اس سے متاثر ہوئی یعنی حضرت معاویہؓ (گورنر شام) کو مجبوراً اس میں دخل دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے حضرت ابوذرؓ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے تو آپ نے اس مسئلہ سے متعلق قرآن پاک کی آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔

حضرت معاویہ: آپ نے مطلب غلط سمجھا ہے یہ آیت یہود و نصاریٰ کے رہبان و احبار کی شان میں نازل ہوئی ہے، مسلمانوں کو اس سے کیا تعلق ہے؟

حضرت ابوذرؓ: ہرگز نہیں مسلمانوں کی شان ہے۔ الذین کو مکرر لانے کا مقصد بھی یہی ہے۔

چنانچہ دونوں حضرات اپنے اپنے مسلک پر قائم رہے اور ایک دوسرے کو قائل نہ کر سکے۔ ازاں بعد امیر معاویہؓ نے عبادہ بن صامتؓ، ابو درداءؓ، عمرو بن العاصؓ اور ام حرامؓ کو ابوذر غفاریؓ کے پاس سمجھانے کے لئے بھیجا، لیکن آپ نے ایسا مسکت جواب دیا کہ وہ ناکام واپس لوٹ گئے۔ جب اس طرح بھی بات نہ بنی اور غرباء اور فقراء مالداروں کو تاکی (داغ) کی آیت اور حدیث سناتے رہے تو تنگ آکر ان امیروں نے گورنر کے پاس شکایتوں کے انبار لگا دیئے۔ انجام کار امیر معاویہؓ نے مصالح ملکی کو مدنظر رکھتے ہوئے منادی کرا دی کہ:

"ابوذر کی مجلس میں کوئی شریک نہ ہو۔ ان کے ساتھ کوئی نہ بیٹھے۔"

اطاعت امیر کا جذبہ دیکھیئے کہ جب ابوذرؓ کے پاس اس منادی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بجائے بگڑنے اور خفا ہونے کے اس حکم کے آگے اسی وقت سر تسلیم خم کر دیا۔ اگر کوئی آپ کے پاس آکر بیٹھتا تو آپ اسے منع فرماتے اور کہتے کہ: معاویہ کا حکم ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی نہ بیٹھے۔ دیکھو تم اٹھ جاؤ، میں تمہارے لئے کوئی مصیبت تیار نہیں کرنا چاہتا۔ بعض فتنہ پردازوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو حضرت معاویہؓ کے خلاف ابھارنا چاہا لیکن آپ نے ان لوگوں کو سرزنش کر کے اپنی مجلس سے نکال دیا لیکن اس حکم امتناعی کے باوجود لوگ اس شمع رسالت کے پروانے کے پاس کھنچے چلے آتے۔ چونکہ خود انہیں وعظ و نصیحت سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے پہلے آپ آنے والوں کو امیر کا حکم سناتے، جب وہ نہ ٹلتے تو ان کو احادیث و آیات قرآنی سناتے۔ چونکہ ادب و مروت مانع تھی اس لئے امیر معاویہؓ خود تو انہیں روک نہ سکے اس لئے دربار خلافت میں درخواست بھیجی کہ انہیں اپنے پاس بلا لیا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو اپنے پاس بلا لیا لیکن آپ کی تبلیغی سرگرمیاں اور خاص طور پر امراء پر تنقید نے یہاں تک شدت اختیار کر لی کہ امیر المؤمنین کے پاس یہ شکایت عام ہو گئی کہ جس وجہ سے انہیں شام سے بلوایا گیا ہے مدینہ میں بھی انہوں نے وہی سلسلہ چھیڑ دیا ہے۔ ایک فساد برپا ہو رہا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے انہیں اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ ابوذرؓ ہم پر جو کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو باتیں ہم پر واجب ہیں انہیں ادا کریں اور رعیت کو بھی اعمال میں اعتدال و اقتصاد کی دعوت دیں، لیکن ہم پر یہ واجب نہیں کہ لوگوں کو ترک دنیا اور زہد پر مجبور کریں۔ یہ سن کر بجائے جواب دینے کے ابوذرؓ نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا!

ہرگز ہرگز امیروں سے راضی نہیں ہونا چاہیئے جب تک کہ نیک کاموں پر وہ اپنی دولت خرچ نہ کریں۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئیں۔ بھائیوں کی خبرگیری نہ کریں۔ اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی نہ کریں۔"

دراصل آپؓ حضرت عثمانؓ کو یہ جواب دے رہے تھے کہ میں ترکِ دنیا پر کسی لوگوں کو مجبور کر رہا ہوں بلکہ امراء سے غرباء کے حقوق مانگتا ہوں لکھا ہے کہ اس موقع پر کعب احبار کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ جس نے فرض ادا کر دیا یعنی زکوٰۃ دے دی بس اس پر جو بات فرض تھی وہ اس سے سبکدوش ہو گیا۔ اسی نقطۂ نظر کا ابوذرؓ اور دوسروں میں فرق تھا۔ اسی پر ان کو غصہ آ گیا اور کعب احبار کی طرف یہ کہتے ہوئے جھپٹے کہ "ابے تو کون ہوتا ہے جو یہاں اور اس مقام پر آ کر بول رہا ہے"۔ اسی کے ساتھ ایک ڈنڈا بھی اس پر کیا جس سے کعب کا سر کھل گیا اور بات جہاں تھی وہیں کی وہیں رہی۔

بہت سے لوگ اس عاشق رسولؐ اور مجذوب صحابی کی زیارت کو آتے۔ اس ہجوم سے بچنے کے لئے خلیفہ سے مدینہ چھوڑ کر ربذہ جانے کی اجازت طلب کی۔ یہ جگہ مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ امیر المؤمنین نے کچھ اونٹنیاں دودھ کے لئے دیں لیکن آپ نے کمال استغناء سے واپس کر دیں۔ قریشی نوجوان دربارِ خلافت میں بیٹھے تھے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"قریشیو! اپنی دنیا تم لو اور اسے خوب زور سے تھامو۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔"

ربذہ میں قیام کے دوران شام کے گورنر حبیب بن مسلمہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں تین سو اشرفیاں بھیجیں اور لکھ بھیجا اپنی ضرورتوں میں ان سے مدد لیجئے، لیکن حضرت ابوذرؓ نے جواب میں قاصد کو یہ کہا:

"ان اشرفیوں کو تم اپنی ہی (حبیب) کے حوالے کر دینا اور کہنا کہ ان کو مجھ سے زیادہ غریب آدمی نہیں ملتا تھا۔ خدا کے فضل سے میں ایک سائبان رکھتا ہوں جس کے سایہ میں میں آرام کرتا ہوں۔ بکریوں کے ایک گلے کا بھی مالک ہوں جو دن بھر چر کر شام کو میرے گھر آ جاتی ہیں (اور دودھ کی ان کی وجہ سے ریل پیل ہو جاتی ہے) ایک کنیز بھی ہے جو میرے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اس کے بعد دوسرا کار مال مجھے درکار نہیں"۔

اپنی اس باطنی امارت، اندرونی دولت پر آپ کو اتنا ناز تھا کہ کبھی کبھی چھلک پڑتے اور فرماتے:

"بنی امیہ کے امراء مجھے فقر اور افلاس سے ڈراتے ہیں حالانکہ فقر تونگری سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔"

یہ صرف دعویٰ ہی نہیں تھا۔ ساری زندگی کا عمل اس کی دلیل تھا۔

مہمانوں اور ہمسایوں کے ساتھ سلوک

ربذہ میں آپ انتہائی مختصر سامان کے ساتھ رہ رہے تھے، لیکن پھر بھی مسافروں کو اپنے پاس ٹھہراتے اور جس طرح بن پڑتا ان کی خاطر مدارات کرتے۔ ایک جلیل القدر تابعی کا بیان ہے کہ ربذہ میں حضرت ابوذرؓ کے یہاں بہت سے مہمان اترے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ خود اٹھے اور جتنی بکریاں تھیں ایک ایک کر کے آپ نے سب کا دودھ خوب نچوڑ نچوڑ کر نکالا حتیٰ کہ کوئی قطرہ باقی نہ رہا۔ اس کے بعد گھر سے جا کر کچھ کھجوریں لے آئے۔ سارا دودھ اور کھجوریں مہمانوں کے سامنے رکھ دیں اور نہایت دردناک لہجے میں آپ نے ان کو سامنے بڑھا کر فرمایا کاش اس سے بہتر چیز اگر میرے پاس ہوتی تو میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا۔ مہمانوں کی تعداد زیادہ تھی اس لئے نہ تو دودھ ہی کا ایک قطرہ بچا اور نہ ایک کھجور ہی باقی رہی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس رات آپ نے کوئی چیز زبان پر نہیں رکھی۔ یہ صرف ایک ہی واقعہ نہیں ہے بلکہ طبقات میں آپ کے ایک شاگرد ناقل ہیں کہ ابوذرؓ اپنی بکریوں کا دودھ نکالتے اور اپنے نفس سے پہلے اپنے پڑوسیوں اور مہمانوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ مہمانوں کو سیر کرنے کی غرض سے آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب ان کا پیٹ بھر گیا تب نماز سے فارغ ہو کر ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

خلاصہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ کے نزدیک دولت کا بہترین استعمال یہ تھا کہ ضروری حاجات سے وافر دولت اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ اگر امت مرحومہ اسوۂ ابوذرؓ کو اپنا لے تو آج کے تمام معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

نوٹ: زیر نظر مضمون حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی تصنیف "ابوذر غفاریؓ" اور شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود کے مقالہ "ابوذر غفاریؓ اور کمیونزم" سے ماخوذ ہے۔ (مرتب)

بقیہ: مسلمان کا سفر آخرت

چاہیئے۔ کفن بھی پہنائیں اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں اور نام بھی ضرور رکھ دینا چاہیئے۔

۸۔ اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو غسل دے کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو۔ نماز نہ پڑھو مگر نام رکھ دو۔

۹۔ اگر حمل گر گیا اور ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ کا کچھ نشان نہ بنا تو اس کو غسل بھی نہ دو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو۔

سودی کاغذات اور کمالِ تقویٰ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرنگی محلی جن کی عمر کا بڑا حصہ مسلم العلوم اور ملا حسن شمس بازغہ، قاضی مبارک وغیرہ کتب معقولات کی حاشیہ نویسی میں گزرا ہے' ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ سات صد روپیہ ماہوار کی انگریزی ملازمت پر آپ نے لات مار دی تھی' جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۸۶۳ء کا زمانہ ہے۔ تاریخ اودھ کے مشہور ہنگامے ۱۸۵۷ء کو فرو ہوئے ابھی پانچ چھ سال گزرے تھے۔ ہر دل میں فرنگی اقبال کا نقش بیٹھا ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں مولانا موصوف کی خدمت میں ایک سرکاری ملازمت کی پیشکش کے لئے انگریزی حکومت کا ایک با اختیار عہدے دار فرنگی محل پہنچا اور مولانا سے شریعت کے معاملات قانونی، نکاح وطلاق وغیرہ سے متعلق مسائل دریافت کئے۔ آپ نے مفصل جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے خوش ہو کر مولانا سے کہا کہ میں آپ کو سرکاری ملازمت دلاؤں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ خلاف شرع احکام صادر نہ کرنے پڑیں۔ انگریز افسر نے کہا جی نہیں کوئی امر خلاف شریعت آپ سے متعلق نہیں ہوگا۔ دوسرے دن انگریز افسر ایک مسلمان منشی کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہوا اور عہدہ ڈسٹرکٹ جج کا تجویز ہوا اور سات سو روپے ماہوار جو آج کے حساب سے ڈھائی تین ہزار روپے ہوتے ہیں مشاہرہ مقرر ہوا۔ انگریز نے کہا آپ کی کچہری آپ کے کمرہ میں ہوگی۔ منشی سب کام کرے گا۔ آپ کو صرف دستخط کرنے ہوں گے۔ چنانچہ منشی نے دوسرے دن وہاں ہی کام شروع کر دیا اور سہ پہر کو کاغذات مولانا صاحب کی خدمت میں دستخط کے لئے پیش کئے۔ آپ نے دستاویزوں کو پڑھنا چاہا۔ منشی نے کہا کہ اس زحمت کی کیا ضرورت ہے۔ کاغذات میرے دیکھے بھالے ہیں۔ آپ صرف دستخط فرما دیجئے۔

فرمایا: یہ کیونکر ممکن ہے۔ دستخط تو بمنزلہ میری شہادت کے ہے اور بغیر پڑھے شہادت کیسے دیدوں؟"

چنانچہ آپ نے کاغذات پڑھنے شروع کر دیئے۔ اتفاق سے پہلی دستاویز "سودی قرضہ" سے متعلق تھی۔ پھر کیا ہوا، مولانا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ مسل کو دور پھینک دیا اور منشی سے کہا کہ ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔ منشی انگریز کے پاس پہنچا۔ دوسرے دن افسر منشی کو ساتھ لئے ہوئے خود حاضر ہوا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے صورت دیکھتے ہی اس کو بھی ڈانٹنا شروع کر دیا۔ فرمایا کہ آپ سے اس کے سوا اور کیا امید ہو سکتی ہے۔ یہ میری ہی غلطی تھی جو میں آپ کے کہنے میں آ گیا اور رقت سے رونا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا یہ منشی سودی دستاویز پر میرے دستخط کرا رہا تھا گویا میری شہادت ہے۔ حدیث شریف میں سود کے متعلق لکھنے والے اور گواہ سب پر لعنت آئی ہے۔ مجھے اس گناہ میں شریک کر رہا تھا۔ انگریز حاکم نے معافی مانگی اور کہا مجھ سے غلطی ہوئی۔ اب ایسی صورت پیش نہ آئے گی اور عہدہ پر برقرار رہنے پر اصرار کیا، مگر آپ کسی ترغیب تشویق سے راضی نہ ہوئے۔

(تذکرہ علماء فرنگی محل ص ۲۰۹)

میر سید ابراہیمؒ جن کے متعلق حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اخبار الاخیار میں رقمطراز ہیں کہ آپ بڑے پایہ کے بزرگ، دانشمند اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے اور شیخ نظام الدینؒ سے بلاواسطہ کسب فیض اور خرقہ خلافت پایا تھا، لیکن یہ میر سید ابراہیم عرس مجلس سماع وغیرہ میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ شیخ رکن ابن شیخ عبدالقدوسؒ ایک دن ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج حضرت قطب الدینؒ کا عرس ہے۔ آپ بھی تشریف لے چلیں۔ اس پر سید ابراہیمؒ نے فرمایا: شما بروید و بزیارت قبر ایشاں مشرف شوید و بروحانیت ایشان متوجہ شوید تا چہ می فرمایند! (ترجمہ) تم جاؤ اور ان کی قبر کی زیارت کرو اور ان کی طرف توجہ کرو۔ دیکھو کیا کہتے ہیں۔

شیخ رکن کا بیان ہے کہ میں مزار قطب پر پہنچا۔ مجلس سماع گرم تھی۔ قوال بڑے جوش و خروش سے قوالی میں معروف تھے کہ اچانک شیخ نے فرمایا کہ شیخ قطب فرمودند کہ ایں بدبختاں دماغ مارا بردند۔ وقت مارا مشوش ساختند۔

(ترجمہ) شیخ قطب نے فرمایا کہ ان ظالموں نے ہمارا دماغی سکون چھین لیا ہے اور ہمارے وقت کی فراغت برباد کر ڈالی ہے :

شیخ رکن وہاں سے میر سیّد ابراہیم کی خدمت میں پہنچے اور جو واقعہ پیش آیا تھا سُنایا۔ اس پر میر سیّد ابراہیمؒ نے فرمایا کہ اب بھی ہم عرس وغیرہ کی شرکت سے معذور سمجھتے ہو یا نہیں۔ اس پر شیخ رکن نے عرض کیا کہ ایچنیں است کہ شما فرمایند۔ حق بجانب شما است۔ (ترجمہ) ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں اور حق پر آپ ہی ہیں۔

کمال احتیاط

جناب مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رح کا ایک دلچسپ واقعہ نظام تعلیم و تربیت حصہ دوم صفحہ ۱۹ پر درج ہے۔ میں (یعنی شیخ محمّد ابراہیم) حضرتؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے ایک خط لکھا اور اس انتظار میں تھے کہ کوئی خادم خاص نظر پڑے تو اس سے ڈاک میں ڈلوایا جائے کسی مستفید شاگرد نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا لائیے یہ خط میں ڈال آؤں اور بے حد اصرار کیا۔ حضرت نے فرمایا میں تم سے یہ کام نہیں لینا چاہتا کیونکہ تمہارا تعلق میرے ساتھ تعلیم کا ہے۔ میرا حق استادی سمجھ کر یہ خط ڈاک میں ڈالو گے۔ میرے نزدیک یہ بھی ایک گونہ رشوت ہے۔

کیا تم
اسکو پسند کروگی کہ
اس کے
بدلے میں تمہارا
باپ جہنم میں جائے

اس کے بعد لوجہ اللہ تعلیم کا خلوص باقی نہ رہے گا۔ لہذا میں تم سے یہ معمولی کام لے کر اپنا ثواب کیوں ضائع کروں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
کا زھد و تقویٰ

عشاء کی نماز پڑھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حسب معمول اپنی صاحبزادیوں کی خیر و عافیت معلوم کرنے تشریف لے جا رہے تھے۔ سرکاری مصروفیات سے تھکا ہوا دماغ ایک شفیق باپ کی تڑپ لئے ہوئے جا رہا ہے خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ باپ کی آہٹ پا کر بنات خیر مقدم کے لئے دروازے تک آئیں۔ ان کے چہرے کی زردی باپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی، لیکن یہ ضرور نیا تھا کہ انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ کیا بات ہے؟ لڑکیاں خاموش رہیں۔ انّا نے جواب دیا آج بچیوں نے پیاز اور مسور کی دال سے پیٹ بھرا ہے۔ گھر میں کھانے کو اور نہ تھا۔ پیاز کی بُو کو چھپانے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھ رہی ہیں۔ سُن کر آنکھیں نم ہو گئیں۔ فرمایا یہ مشکل نہیں کہ تمہارے دسترخوان کو قسم قسم کے کھانوں سے بھر دیا جائے، لیکن کیا تم اس کو پسند کروگی کہ اس کے بدلے تمہارا باپ جہنم میں جائے۔ بچیاں سُن کر رونے لگ گئیں گویا ان کا ہر آنسو انکار کر رہا تھا۔

حضرت حذیفہؓ گورنر
مدائن کا زھد و تقویٰ

حضرت فاروق اعظم رضؓ نے حضرت حذیفہ رضؓ کو مدائن جیسے سرسبز شہر کا گورنر بنا کر روانہ کیا۔ معززین شہر اپنے نئے حاکم کے خیر مقدم کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ اتنے میں آپ رضؓ تشریف لے آئے۔ شاندار استقبال اور عیش و عشرت کا پورا ساز و سامان۔ حضرت عمر رضؓ کا فرمان سنایا تو مجمع نے کہا آپ کو جس چیز کی خواہش ہو حاضر ہے۔ فرمایا صرف اتنی روٹی جس سے پیٹ بھر سکے اور اتنا چارہ جس سے میری سواری زندہ رہ سکے بس۔ دیکھا اقتدار و سطوت کا غرور کس طرح درویشی کے قدموں میں دم توڑ رہا ہے، کس طرح دولت و ثروت کی چمک و دمک خوفِ آخرت کے نور میں محو ہو کر رہ گئی ہے۔ پھر جب مسندِ اقتدار سے اٹھ کر مدینہ منورہ واپس آئے تو اُن کے آمد کی خبر سُن کر حضرت فاروق اعظمؓ راستے میں چھُپ کر کھڑے ہو گئے۔ اس بات کا جائزہ لینے کے لئے بے تاب تھے کہ میرا فرستادہ جاہ و جلال عیش و عشرت کی امتحانگاہ سے کس طرح واپس آ رہا ہے۔ دیکھا حذیفہ رضؓ جو ساتھ لے گئے تھے اس سے زیادہ ساتھ نہیں لائے تھے۔ درویشانہ زندگی عاجزی انکساری زہد و ورع کے موتی ساتھ لائے۔ اس جذبے نے حضرتؓ کو پگھلا دیا اور سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا "حذیفہ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔"

کتنے سادہ اور مختصر الفاظ، لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ الفاظ کے جسد سے معانی کی روح نہیں نکلی تھی۔ ہر لفظ اپنے حقیقی مفہوم میں بولا جاتا تھا۔ (منقول از تجلی دیوبند اگست ۵۹ء)

حدیث مقدسہ

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین کاموں کا ثواب برابر جاری رہتا ہے ۱۔ صدقہ جاریہ (جیسے اوقافِ مسجد کنوئیں وغیرہ۔ ۲۔ علم (جیسے کسی کو پڑھایا کوئی کتاب لکھی۔ ۳۔ اولاد صالح جو مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرے۔

مولانا حبیب الرحمٰن قریشی

پندرھویں صدی

اور ہماری ذمہ داریاں

صدی ہجری سنہ ۱۴۰۰ھ اپنے عروج و تنزل، خوشی کے سینکڑوں ملے جلے حالات و واقعات کی یاد دلاتی ہوئی ہم سے رخصت ہو گئی ہے اور اس کی جگہ ایک نئی صدی ہجری نے لے لی ہے جو کہ پوری آب و تاب کے ساتھ اپنے سفر کے لئے گامزن ہے "پندرھویں صدی ہجری" جس سے ہماری ہزاروں امیدیں اور امنگیں وابستہ ہیں۔ ایسے مواقع کسی قوم کی زندگی میں بار بار نہیں آیا کرتے۔

لہٰذا ایسے موقع پر ہم کو اپنی سابقہ زندگی بلکہ پوری صدی ہجری ۱۴۰۰ کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے کہ اس صدی اور گزشتہ زندگی میں ہم کتنی بار نشیب و فراز کے مراحل سے گذرے۔ ہم نے کیا پایا، کیسے پایا اور کیا کھویا؟ اس کے اسباب و علل کیا تھے؟

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آج کل چاروں طرف دنیائے اسلام میں پندرھویں صدی ہجری کا عقیدت و احترام، نئے عزائم و ارادات کے ساتھ استقبال کیا جا رہا ہے۔ جگہ جگہ شکرانے کے نوافل ادا کئے جا رہے ہیں۔ باہمی اتحاد و اتفاق اور دین اسلام کی برتری، سرفرازی و سربلندی کے لیے دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔

اس موقع پر جمیع اہل اسلام کو خصوصاً اہل ذکر کو اپنا احتساب کرنا چاہیئے کہ ہم نے اپنی سابقہ زندگی کیسے بسر کی؟ کیا غفلت و سستی اور تبلیغی مشن میں کوتاہی تو نہیں برتی، شاکر رہے یا غافل، ہمارے اندر کوئی عملی اخلاقی کمزوری تو نہیں رہی؛ کیونکہ جب ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری یہ جماعت صحیح معنوں میں حضرات صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت ہے اور یہ ایک کھلی حقیقت بھی ہے تو اس مبارک موقع پر ہمیں بغار نظر جائزہ لینا چاہیئے کہ آیا واقعی ہماری صورت و سیرت، اخلاقی کردار بھی عین اسی نہج پر قائم ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی مبارک زندگیاں بسر کیں یا ہم میں کوئی سستی کوتاہی ہے۔ اگر کسی قسم کی غفلت اور سستی نہیں ہے تو بارگاہِ بے نیاز میں سربسجود ہو کر شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید استقامت سے قدم آگے بڑھائیں۔ اور اگر کوئی خامی رہ گئی ہے تو اس کا فوری تدارک کریں اور نئے عزم و استقلال، ہمت و استقامت کے ساتھ پندرھویں صدی ہجری کو اپنے لئے سازگار بنائیں، اس لئے کہ جب اس موقع پر دوسرے لوگ جن کو یہ ذکر و فکر اور نیک صحبت بھی حاصل نہیں وہ بھی دین اسلام کے احکام پر عمل کرنے کے نیک عزائم کر رہے ہیں تو ایسے موقع پر ہماری ہمت و کوشش تو دو چند، چار چند بلکہ ان سے زیادہ ہونی چاہیئے۔

اس موقع پر ہمیں "تاریخی نقطۂ نگاہ" سے بھی دیکھنا چاہیئے کہ ماضی میں اسلام اور اہل اسلام نے کس طرح اوج و عروج، بلندی و برتری حاصل کی، اور اگر کبھی تنزل و پستی سے دوچار ہونا پڑا تو اس کے اسباب کیا تھے؟ مذکورہ بالا جائزہ لینے کے بعد یقینی طور پر یہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ جب تک ہم دین اسلام کے زرین اصولوں پر پختگی سے عمل پیرا رہے تو پوری دنیا پر اسلام اور اہل اسلام کا نعرہ بلند تھا۔

لیکن ہم نے جب قرآن و سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا، اخلاق و کردار میں مغرب کے پیچھے لگ گئے۔ مادی اسباب و ذرائع ہی کو اپنی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھنے لگے۔ روحانی اقدار سے غافل اور مادی وسائل و ذرائع ہی پر اپنے ترقی و تنزل کا مدار سمجھنے لگے تو افراد و اسلحہ کی فراوانی کے باوجود آج اپنے کو کمزور اور لغیری طاقتوں کا مرہون منت سمجھنے لگے ہیں۔

غرضیکہ جب تک ہم نے دین اسلام کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھا ہم ہمیشہ فاتح و غالب رہے اور نصرت و تائید الٰہی ہمیشہ ہمارے شاملِ حال رہی، لیکن جب ہم نے قرآن مجید اور سنّت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رُخ پھیر لیا تو آج باوجودیکہ نوّے کروڑ سے زائد مسلمانوں کی آبادی ہے اور بیالیس آزاد مسلم ... ہیں جو کہ اپنی معدنی اور قدرتی

وسائل کی بدولت دُنیا میں نہایت اہم مقام رکھتے ہیں پھر بھی ہم اپنے آپ کو غیر کا غلام بنائے ہوئے ہیں ؎

ہر بات پر ہے مادی اسباب پر نظر
مجروح روحِ قدرت و فطرت ہے آجکل
ہر چند نام کے یہ مسلمان ہیں مگر
بدنام ان سے دین و شریعت ہے آجکل
مانے بُرا نہ اس مری تحریر سے کوئی
لکھتا ہوں میں وہی جو حقیقت ہے آجکل

اس سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ آج ہمارے قائدین، علمائے کرام بھی باہمی سطحی و فروعی اختلافات میں اُلجھ کر غیر مذاہب، عیسائیت، یہودیت، مرزائیت کو پھلنے پھولنے اور مقدس مذہب اسلام پر ہنسی مذاق کا موقع فراہم کر رہے ہیں ؎

باہمی الفت کے دروازے ہیں بند
یہاں لڑائی کا کھلا میدان ہے

واضح ہو کہ عیسائیت کے ۱۴۰۰ سے بھی زائد فرقے ہیں اور آپس میں ان کے سخت ترین اختلافات بھی پائے جاتے ہیں لیکن تبلیغی میدان میں سبھی اختلافات فراموش کر کے ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں اور غیر عیسائی اقوام خاص کر مسلمانوں کو اپنی آغوش میں لے رہے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت ۸ فروری ۸۰ کی ایک رپورٹ کے مطابق تقسیم ہند یعنی ۱۹۴۷ء تک پاکستان میں مسیحیوں کی تعداد اسی ہزار تھی اور پاکستان کی ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق یکم فروری ۱۹۶۱ء تک بڑھ کر مجموعی آبادی ۷ لاکھ ۳۲ ہزار ۷۷۸ ہوگئی اور ۱۹۷۴ء میں کرسچین لیگ کے صدر کے دعوے کے مطابق مسیحی اقلیت کی تعداد ساٹھ لاکھ ہوگئی۔ اسی طرح غیر مذہب قادیانی بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد بھی اپنی تبلیغ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہندو مت، بدھ مت، سکھ اور یہودی بھی مال دولت خرچ کر کے وطن عزیز کو حیر[illegible] اقوام کے پاس پہنچ کران کو اپنے مذہب میں شامل کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ ہم اہل اسلام ہی ہیں کہ مذاہب کی اتنی سعی و کوشش دیکھ کر اور اپنے برادر مسلمانوں کو ان کے پھندے میں پھنستے دیکھ کر بھی نہیں سنبھلتے اور آپس میں لڑ جھگڑ کر اپنی تمام تر استعداد و صلاحیت اپنے اندر ہی کھو دیتے ہیں ورنہ تو آجکل تبلیغ اسلام کے لئے حالات نہایت سازگار ہیں۔

آج کے دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ دار ممالک بھی بے چینی، بے آرامی کی مایوس کن زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ قلبی اطمینان و سکون کی نعمت سے یکسر محروم ہیں اور وہ اس تلاش میں ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا پاکیزہ مذہب مل جائے جس سے ہمیں ان پریشانیوں سے نجات مل جائے اور یہ عظیم نعمت دین اسلام میں شامل ہو کر اللہ تعالےٰ کے ذکر یاد سے ہی حاصل ہو سکتی ہے

واضح ہو کہ سن ہجری کی ابتدا بھی بے مثال قربانیوں سے ہوتی ہے اور انتہا بھی۔ سن ہجری کے پہلے ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا یوم ہے اور اسی ماہ کی دس تاریخ کو اہل بیت نبوت کی فقید المثال قربانی واقعہ کربلا پیش آیا۔ اور سن ہجری کے آخری ماہ ذی الحج کی دس تاریخ نبی ابن نبی اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کا دن ہے اور اس کے چند ہی دن بعد امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یوم ہے۔ غرضیکہ ہمارے سلف نے اشاعت اسلام کی خاطر جو بے نظیر و بے مثال قربانیاں پیش کیں اللہ تعالےٰ نے اجر آخرت سے قبل دنیا ہی میں جو ان کو عزت و عظمت سرفرازی و سربلندی مرحمت فرمائی اس کی مثال پیش کرنے سے بھی تاریخ قاصر ہے۔ دیکھئے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے جان کی قربانی پیش کی۔ اللہ تعالےٰ نے جان کی بجائے دنبہ کی قربانی قبول فرمائی اور ان کے صدقے آنے والی تمام نسلوں پر جانوروں کی ہی قربانی لازم قرار دے دی گئی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حیات برزخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی جیسی نعمت سے نوازا اور کل بروز قیامت جنتی بوڑھوں کے سردار ہوں گے۔ (الحدیث)

حاصل الکلام یہ کہ ہمارے سلف نے تو مال و متاع تن، من، وطن کسی طرح کی بھی قربانی دینے سے پس و پیش نہیں کیا اور آج

ابتدا
بھی
قربانی
سے
انتہا
بھی
قربانی
سے
!

تو ہم کو جان کی قربانی دینی نہیں پڑتی۔ مال و اسباب اور اولاد ہم سے چھینے نہیں جاتے۔ پھر بھی اگر ہم دینِ اسلام کے زریں اصولوں پر عمل پیرا نہ ہوں ہمارے دل یاد خدا سے غافل ہوں تو یقیناً کل بروز قیامت مکھی کی مانند افسوس کے ہاتھ ملنے پر مجبور ہوں گے۔ سخت نادم و پریشان ہوں گے لیکن اس دن حسرت و ندامت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔
؎ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

آئیے اس مبارک موقع پر اپنی سابقہ زندگی کا احتساب کرتے ہوئے نئے عزم و استقلال کے ساتھ باہمی یہ عہد و پیمان کریں کہ اپنی سیرت و صورت، اخلاق و کردار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریق پر بنائیں گے۔ ہمارے قول و فعل صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور کے عکاس ہوں گے۔ ہماری نشست و برخاست سلف بزرگانِ دین کی مبارک زندگیوں کی ترجمان ہوں گی۔

شہر شہر سے — ترتیب: مدیر معاون

شہدائے بالاکوٹ نے آزادئ وطن اور اسلامی نظام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

آج ہمیں بھی قومی آزادی کے تحفظ کے لئے اور اسلامی نظام کے لئے شہدائے بالاکوٹ کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔

ہری پور ہزارہ میں جلسہ عام سے مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا زاہد الراشدی کا خطاب

ہری پور: نامہ نگار، نظام العلماء پاکستان کے ناظم اوّل صاحبزادہ فضل الرحمٰن اور مدیر ترجمان اسلام مولانا زاہد الراشدی نے دارالعلوم محمدیہ شہیدیہ بالاکوٹ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے رات ہری پور میں قیام کیا۔ اس موقع پر مقامی نظام العلماء نے جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں فوری طور پر جلسہ عام کا اہتمام کر لیا جس سے مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا زاہد الراشدی کے علاوہ نظام العلماء ضلع ایبٹ آباد کے ناظم عمومی مولانا فضل رازق اور نظام العلماء ضلع اٹک کے ناظم عمومی مولانا حامد علی رحمانی نے بھی خطاب کیا۔

مولانا فضل الرحمٰن نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے علماءِ حق کی طویل جدوجہد کا ذکر کیا اور کہا کہ ہمارے اکابر نے سامراج اور سامراجیت کے خلاف جو صبر آزما جدوجہد کی وہ آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اور موجودہ حالات میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے عظیم اسلاف کے سامراج دشمن کردار کو زندہ کریں اور اس ملک کے غریب عوام کو کمیونزم کی گود میں جانے سے روکنے کیلئے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف جدوجہد کریں۔ انہوں نے کہا آمریت اور طبقاتی اجارہ داری جس شکل میں بھی ہو ہمارے لئے قطعی ناقابلِ قبول ہے اور اس کے خلاف جنگ لڑنا ہمارا دینی و قومی فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء حق کا اصل مقام دربار اور ایوان نہیں بلکہ کلمۂ حق کی سربلندی کا محاذ اور دعوت و عزیمت کی شاہراہ ہے۔ اس لئے علماء کرام کو چاہیئے کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں اور اکابر کی جرأت و استقلال کی روایات کا پرچم سربلند رکھیں۔

مولانا زاہد الراشدی نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے بالاکوٹ نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ اس لئے پیش کیا تا کہ یہ وطن آزاد ہو اور اس میں قرآن و سنّت کی حکمرانی قائم ہو۔ علماء حق کی دو سو سال پر محیط جدوجہد انہی دو مقاصد کے گرد گھومتی ہے اور آج ہماری اندرونی و بیرونی صورتحال اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ ہم قومی آزادی کے تحفظ اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے شہدائے بالاکوٹ کے نقشِ قدم پر چلیں۔

انہوں نے کہا کہ ملک کے اندر فرد کی آزادی اور بنیادی حقوق قدغنوں کے نرغہ میں ہیں۔ اور بیرونِ ملک علاقائی صورتحال قومی آزادی کو درپیش خطرات و خدشات کی عکاسی کر رہی ہے! اس لئے ہمیں پورے عزم و استقلال کے ساتھ اپنے دینی و قومی مقاصد کی تکمیل کے لئے آگے بڑھنا ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام و قوانین کے نفاذ کے عمل کو اس وقت تک مؤثر نہیں بنایا جا سکتا جب تک عدلیہ اور انتظامیہ کی پوری مشینری کو ازسرِنو اسلام کے تقاضوں کے مطابق تشکیل نہ دیا جائے۔

شہدائے تحریکِ نظامِ مصطفےٰ کو خراجِ عقیدت

نظام العلماء جھنگ کا اجلاس امیر ضلع مولانا مفتی عبد الحلیم کی زیرِ صدارت منعقد ہوا جس میں ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دوران خون کا نذرانہ پیش کرنے والے شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور ایک قرارداد میں اس یقین کا اظہار کیا گیا کہ شہداء کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔

اجلاس میں نظام العلماء جھنگ کے خازن صوفی عبد القیوم کرنالی کے جواں سال صاحبزادے خلیل الرحمٰن مرحوم کی اچانک وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ ایک قرارداد کے ذریعہ نظام العلماء جھنگ کے راہنما مولانا حق نواز کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔

صحابہ کرامؓ کے ناموس کے تحفظ کے بغیر اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا : مولانا عبدالستار تونسوی

تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان کے سربراہ علامہ عبدالستار تونسوی نے بہودی پور ماچھیاں میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے یہ ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموس کا قانونی و عملی تحفظ کیا جائے کیونکہ اسلام کی خاطر سب سے پہلے جان و مال کی قربانی پیش کرنے والے عظیم جاں نثاروں کی عزت و ناموس کا تحفظ کئے بغیر اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں کو ہدف تنقید و اعتراض بناتے ہیں ان کا اصل مقصد ان بزرگوں پر اعتراض کرنا نہیں ہوتا بلکہ صحابہ کرامؓ کی آڑ میں اسلام کی مخالفت کرتے ہیں ؛ اس لئے حکومت و عوام کو اس قسم کے عناصر سے خبردار رہنا چاہیئے۔

نظام العلماء ضلع رحیم یار خان کے راہنما قاری حماد اللہ شفیق نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے زنا کی شرعی حد رجم پر شرعی عدالت کی طرف سے اعتراض کو افسوسناک قرار دیا اور کہا کہ شرعی حدود کا انکار کرنے والوں کو شرعی عدالت کا جج مقرر کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کی سزا خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور اسے شرعی حد قرار دیتے ہوئے کتاب اللہ کا فیصلہ فرمایا اور پوری امت کا چودہ سو سال سے اس امر پر اجماع چلا آتا ہے کہ شادی شدہ زانی کے لئے شرعی حد رجم ہے ؛ اس لئے آج کسی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ دین کی نئی تعبیر کے شوق میں شرعی حدود سے انکار کرے۔

رجم کے شرعی حد ہونے سے انکار اسلام کے ساتھ مذاق ہے

* مولانا غلام ربانی

نظام العلماء پاکستان پنجاب کے قائم مقام امیر مولانا غلام ربانی نے مکی مسجد رحیم یار خان میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض جج صاحبان کی طرف سے رجم کے شرعی حد ہونے سے انکار اسلام کے ساتھ مذاق ہے جسے کسی صورت گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں

دارالعلوم معارف القرآن ہری پور کا جلسہ

دارالعلوم معارف القرآن ہری پور ہزارہ کا سالانہ جلسہ ۵-۶ جون ۸۱ء کو منعقد ہو رہا ہے جس میں خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان، مولانا زاہد الراشدی مولانا فضل رازق، مولانا حکیم عبدالرشید انور، مولانا ابوبکر قریشی، مولانا عبدالقدوس قارن اور دیگر علماء خطاب کریں گے۔

فرقہ وارانہ اتحاد کیلئے علماء کا اجلاس

گذشتہ دنوں اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام، ڈپٹی کمشنر لاہور اور دیگر سرکاری حکام کا ایک اجلاس ہوا جس میں علاقہ میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو کم کرنے کے لئے تجاویز پر غور کیا گیا۔ اس موقع پر تنظیم اہلسنت والجماعت لاہور کے سیکرٹری حافظ عبدالحفیظ بھیروی نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ فرقہ وارانہ کشمکش کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرون اولیٰ کے عظیم مسلمانوں جیسا جذبۂ اتحاد زندہ کیا جائے اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم کو اپنایا جائے جنہوں نے باہمی محبت و پیار کی اعلیٰ روایات قائم کیں۔ درج ذیل حضرات و علماء کرام نے اس محفل میں شرکت فرمائی :-

- مولانا عبدالقادر آزاد
- مولانا عبدالرحمٰن
- علامہ محمود احمد رضوی
- صاحبزادہ فیض القادری
- محبوب علی شمسی
- جسٹس جمیل حسن رضوی

حکومت سندھ سے مدارس کی اپیل

وفاق المدارس پاکستان کے ایک وفد نے جو مولانا محمد اسعد تھانوی مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر۔ مولانا حماد اللہ مہتمم دارالہدیٰ ٹھیڑی اور مولانا غلام محمد مہتمم مدرسہ شمس الہدیٰ کلاب جیل پر مشتمل تھا اندرون سندھ میں گھوٹکی کندھ کوٹ۔ شکار پور۔ رتوڈیرو۔ پیر شریف لاڑکانہ۔ سکھر۔ ٹھیڑی۔ کلاب جیل۔ نوابشاہ نوشہرو فیروز اور کنڈیارو کا دورہ کیا جہاں علاقہ کے علماء اور مدارس کے مہتمم حضرات پر مشتمل اجتماعات سے خطاب کیا اور تمام مقامات پر متفقہ طور پر حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کے مجوزہ منصوبہ اور مجوزہ آرڈیننس کو فوراً ختم کر دیا جائے کیونکہ اس کا نفاذ نہ مذہبی طور پر مفید ہو گا نہ قومی مفاد میں بہتر ہے۔ تمام اجلاسوں میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ ۷ اپریل کو ملک کے مقتدر علماء سے ملاقات میں جناب صدر صاحب نے قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کو توڑنے اور مدارس کے معاملات میں عدم مداخلت کا جو وعدہ کیا تھا اس کا اب تک واضح اعلان نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بعد بھی قومی کمیٹی اس کے صدر اور ملک کی بے دین

نوکرشاہی اس معاملے میں سرگرم عمل ہے اور ہر قیمت پر اس منصوبہ کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ان اجتماعات میں متفقہ طور پر حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ صدر صاحب کے وعدے کے مطابق مدارس دینیہ میں عدم مداخلت مجوزہ منصوبہ واپس لینے اور قومی کمیٹی برائے مدارس کو توڑنے کی فوری ہدایات جاری کی جائیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت

ٹنڈوآدم کا انتخاب

گذشتہ دنوں مدرسہ ندوۃ العلوم میں بعد نماز جمعہ مجلس تحفظ ختم نبوّت کا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا احمد میاں صاحب حمادی خطیب ضلع و جامع مسجد ٹنڈوآدم منعقد ہوا جس میں مجلس عمومی کے ۲۴ ارکان نے شرکت کی اور جدید انتخاب عمل میں آیا:

۱۔	سرپرست	حضرت مولانا احمد میاں حمادی خطیب جامع مسجد، ٹنڈوآدم۔
۲۔	امیر	حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب خطیب جامع مسجد، جن شاہ
۳۔	نائب امیر ۱	حضرت مولانا برکت اللہ صاحب ناظم دفتر مدینۃ العلوم ٹنڈوآدم
۴۔	نائب امیر ۲	چوہدری حاجی محمد علی صاحب بھٹے والے، ٹنڈوآدم
۵۔	ناظم اعلیٰ	محمد عرفان قادری محلہ اللہ یار، ٹنڈوآدم
۶۔	ناظم ۱	قاری عبدالتواب صاحب مدرسہ تعلیم القرآن، محمدی گوٹھ۔ ٹنڈوآدم
۷۔	ناظم ۲	مقبول احمد صاحب صدیقی سابق ناظم جمعیۃ طلبہ، ٹنڈوآدم
۸۔	ناظم نشرواشاعت	غلام قادر صاحب قریشی ٹنڈوآدم
۹۔	خازن	عبدالرشید صاحب مغل حداد۔ ٹنڈوآدم

وفاق المدارس پاکستان

کا اہم اجتماع

مدرسہ اشرفیہ سکھر میں ۳۰ مارچ ۸۱ء وفاق المدارس پاکستان کے تحت سندھ کے علماء کا ایک اہم اجتماع ہوا جس میں سندھ کے تقریباً پچاس مدارس کے مہتمم اور علمائے شرکت فرمائی۔ اس اجلاس سے مولانا سلیم اللہ خانصاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس، مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ کراچی اور مولانا محمد اسعد تھانوی مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر پر مشتمل وفاق المدارس پاکستان کے ایک وفد نے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کے حکومت کے مجوزہ منصوبہ پر غور کیا اور متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس سے قطعاً تعاون نہ کیا جائے۔ اجتماع میں حکومت سے دردمندانہ اپیل کی گئی کہ وہ علوم نبویہ کے حفاظت کی خاطر دینی مدارس میں مداخلت سے باز رہے اور قومی کمیٹی کی سفارشات اور حکومت کے مجوزہ منصوبہ کو مجوزہ آرڈی ننس کے ذریعہ نافذ کرنے سے نہ دین کا فائدہ ہوگا نہ ملک و ملت کا، بلکہ اس کے نفاذ سے ملک میں بدامنی اور دین پسند طبقہ میں بے چینی پیدا ہوگی۔ اس اجتماع میں مزید طے کیا گیا کہ اس اہم مسئلہ پر غور کرنے اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنے کے لئے پورے ملک کے علماء اور مدارس کے مہتمم حضرات کا ایک بھرپور اجتماع بلا کر متفقہ اور موثر آواز اٹھائی جائے۔ اس سلسلہ میں ایک سہ رکنی وفد ترتیب دیا گیا جو اندرون سندھ کا تفصیلی دورہ کرے گا اور ایک علیحدہ چار رکنی وفد ترتیب دیا گیا، جو بلوچستان کا تفصیلی دورہ کرے گا۔

مولانا غلام ربّانی نظام العلماء

پنجاب کے قائم مقام امیر ہوگئے

نظام العلماء پاکستان کے ناظم عمومی حضرت مولانا عبیداللہ انور اپنی نئی ذمہ داریوں کے پیش نظر نظام العلماء پنجاب کی امارت کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے، ہیں اور انہوں نے اعلان کیا ہے کہ نئے امیر کے باضابطہ انتخاب تک نائب امیر اوّل مولانا غلام ربانی قائم مقام صوبائی امیر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیں گے۔

مولانا غلام ربانی نے قائم مقام امیر کی حیثیت سے فرائض سنبھالنے کے بعد ایک پیغام میں جماعتی کارکنوں سے کہا ہے کہ وہ اکابر پر پورے اعتماد کے ساتھ جماعتی فرائض سرانجام دیتے رہیں اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور عوامی حقوق کی بحالی کے لئے جدوجہد جاری رکھیں۔

مولانا محمّد صدیق کے قتل

پر احتجاج

جہلم شہر و مضافات کی متعدد جامع مساجد میں جمعۃ المبارک کے موقع پر قراردادوں کے ذریعہ ٹیکسلا کے مشہور عالم دین مولانا محمد صدیق کے قتل پر گہرے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ قاتلوں کو جلد از جلد کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ علماء کرام نے اپنے خطبات میں اس بات پر زور دیا کہ ایک جنونی مذہبی گروہ کی طرف سے اہلسنت والجماعت کے خلاف کی جانے والی اشتعال انگیز کارروائیوں کا نوٹس لیا

جائے ورنہ صورتحال کو کنٹرول میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

ذکری فرقہ کو غیر مسلموں میں شمار کیا جائے۔

انجمن خلاف شرک و بدعت پاکستان صوبہ بلوچستان کے سرگرم ارکان محمد الیاس حفیظ اللہ، غلام حسین، طارق احمد اور غلام سرور نے ایک مشترکہ بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ——— ذکری فرقہ کو بھی غیر مسلموں میں شمار کیا جائے اور اس فرقہ کی جملہ تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔

انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ——— ذکریوں نے بھی مردم شماری کے دوران خود کو مسلمان درج کرایا ہے۔

مولانا نصیر الدینؒ کا انتقال

ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ کی ایک خبر کے مطابق شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کے خادم خاص مولانا نصیر الدین گذشتہ ماہ ۸۲ سال کی عمر میں ۸۲ سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم تقریباً بارہ سال کی عمر میں خانقاہ رائے پور سے حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کے حکم پر سہارنپور آئے اور پھر عمر کا باقی حصہ اہل اللہ کی خدمت میں کمال استقامت کے ساتھ بسر کیا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے جملہ معاملات، کتب خانہ، مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام، اہل خانہ کی کفالت اور دیگر امور کے نگران مولانا نصیر الدین مرحوم ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں، ان کے درجات بلند کریں اور پسماندگان و متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

وفاق المدارس کے امتحان میں اول آنے پر انعام

مجلس نشریات اسلام کراچی کے ناظم مولانا فضل ربی صاحب ندوی نے اعلان کیا ہے کہ جو طالب علم وفاق المدارس عربیہ پاکستان کے امتحان سنہ ۱۴۰۱ھ (دورۂ حدیث) میں درجہ اول میں کامیاب ہوگا اسے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی شاہکار تصنیف "تاریخ دعوت و عزیمت" کا مکمل سیٹ (چار حصے) بطور انعام پیش کیا جائے گا۔

نایاب کتب
چھپ چکی ہیں:
حمد اللہ شرح سلم مطبع نظامی کانپور ..۳۰/
حل العویص شرح اردو تلخیص المفتاح کانپور ..۲۴/
ہدیہ شاہ بہانی فارسی شرح مرقاۃ مجتبائی دہلی ..۱۸/
درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو، مجتبائی دہلی ..۲۴/
ان کے علاوہ ہر قسم کی درسی، غیر درسی کتب آج ہی طلب کریں
فون ۷۶۸۴۱
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

نظام العلماء پاکستان کے مرکزی مبلغ
مولانا محمد منظور الحق رحمانی

ملتان اور بہاولپور ڈویژن کے دورہ پر ہیں۔ جماعتی احباب ان سے نظام العلماء پاکستان کے مرکزی بیت المال اور ترجمان اسلام کے بقایاجات کی وصولی اور اشاعت کے سلسلہ میں بھرپور تعاون کریں۔ (ادارہ)

ماہنامہ تبصرہ لاہور کا مولانا ہزارویؒ نمبر

ماہنامہ تبصرہ لاہور نے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہ العزیز کی یاد میں ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے جو منظر عام پر آچکا ہے۔ ۸۰ صفحات کے اس خصوصی نمبر میں حضرت مولانا عبید اللہ انور، حضرت مولانا سید حامد میاں، حضرت مولانا محمد سرفراز خان، حضرت مولانا قاضی شمس الدین درویش، مولانا محمد شریف احرار، مولانا زاہد الراشدی، مولانا سعید الرحمٰن علوی اور دیگر سرکردہ اہل قلم کے مضامین شامل ہیں۔ تبصرہ کے مدیر اعلیٰ جناب جانباز مرزا اس نمبر کی اشاعت پر تحسین و تبریک کے مستحق ہیں اور مختصر وقت میں ان کی یہ کامیاب کوشش قابل داد ہے۔

نمبر کی قیمت پانچ روپے ہے اور اسے منیجر ماہنامہ تبصرہ ۱۴/۷، گلشن کالونی شاد باغ لاہور سے طلب کیا جاسکتا ہے۔